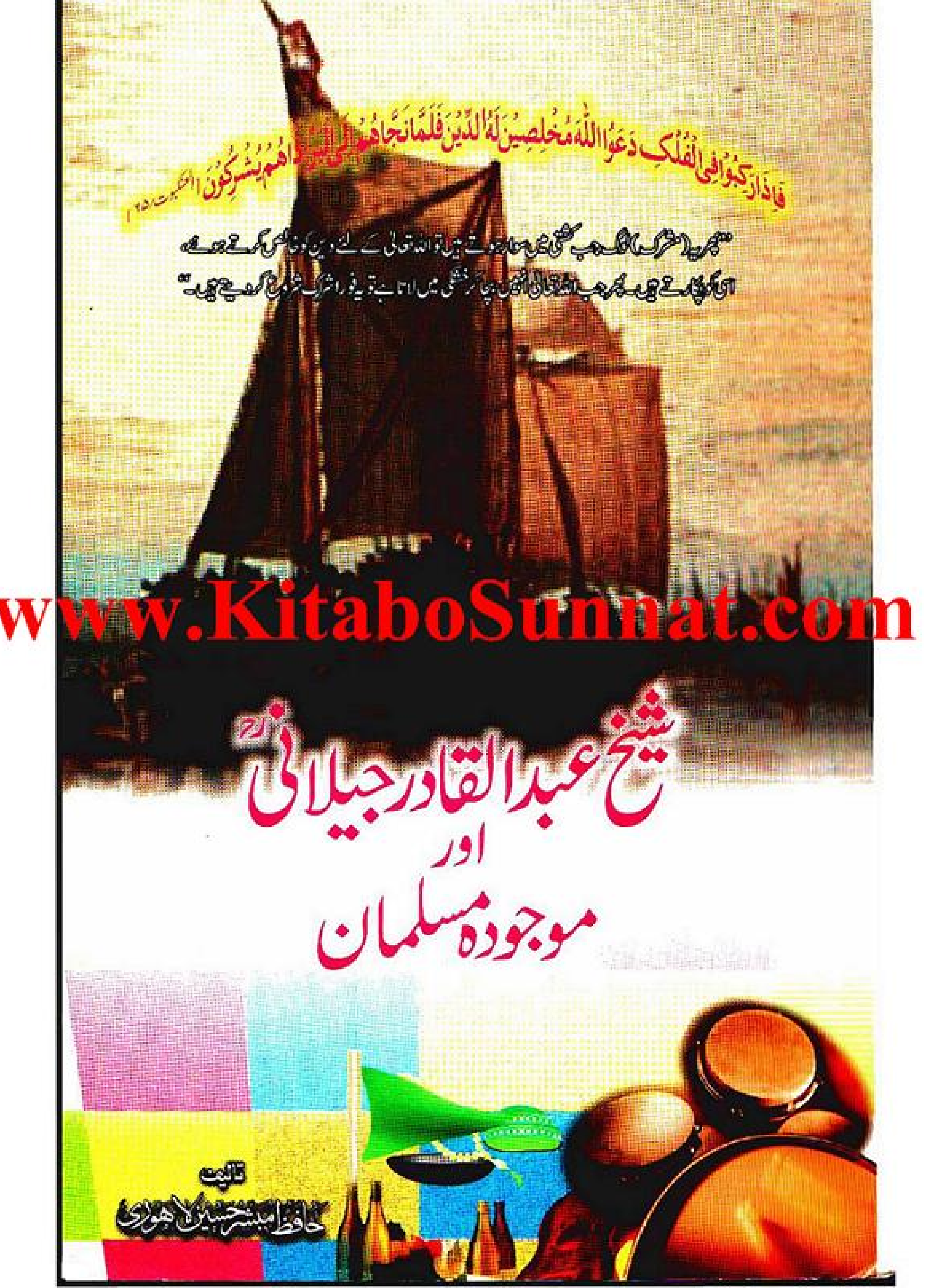


فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ (العنکبوت: ۶۵)
"پھر یہ (مشرک لوگ) جب کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے لئے دین کو خالص کرتے ہوئے
اسی کو پکارتے ہیں۔ پھر جب اللہ تعالیٰ انہیں بچا کر خشکی میں لاتا ہے تو یہ فوراً شرک کرنے لگتے ہیں۔"
www.KitaboSunnat.com
شیخ عبدالقادر جیلانیؒ
اور
موجودہ مسلمان
تالیف
حافظ مبشر حسین لاہوری

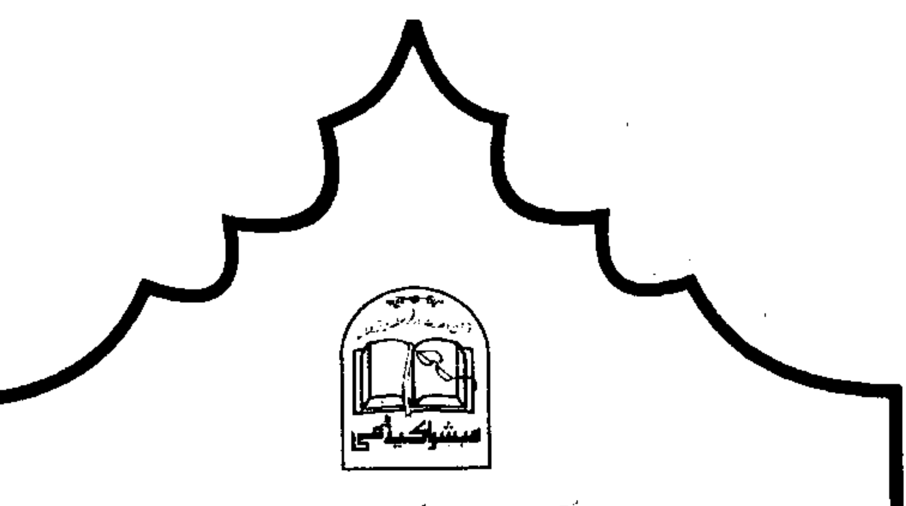


شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے



مبشر اکیڈمی لاہور

E-Mail: mubashir@hotmail.com PH: 0300 4602878



قرآن وحدیث اور فکرِ سلف کی ترجمان

نام کتاب ---------- شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور موجودہ مسلمان

مصنف ---------- حافظ مبشر حسین لاہوری

تاریخ اشاعت --------- جولائی 2004ء

تعداد ---------- 1000

قیمت ----------

کمپوزنگ ---------- ندیم شکیل

ڈیزائننگ --------- مدثر

مبشر اکیڈمی کی جملہ مطبوعات پاکستان بھر کے تمام دینی کتب خانوں سے طلب فرمائیں بالخصوص: لاہور: نعمانی کتب خانہ، مکتبہ قدوسیہ، مکتبہ سلفیہ، مکتبہ اسلامیہ، اسلامی اکادمی، اسلامک پبلی کیشنز، دارالسلام، الفیصل، منشورات، معارف اسلامی منصورہ، دارالفرقان۔ کتاب سرائے اردو بازار لاہور۔ گوجرانوالہ: مکتبہ نعمانیہ، والی کتاب گھر، دارالسلام اردو بازار۔ فیصل آباد: مکتبہ اسلامیہ، دارارقم بھوانہ بازار، سیالکوٹ: کتاب محل اردو بازار، اسلام آباد: المسعود اسلامک بکس۔ کراچی: مکتبہ نور حرم گلشن اقبال، فضلی بک اردو بازار

ناشر: مبشر اکیڈمی لاہور PH: 0300 4602878 E-Mail: mubashir@hotmail.com


شیخ عبدالقادر جیلانی
اور
موجودہ مسلمان
تالیف
حافظ مبشر حسین لاہوری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے نام سے کون واقف نہیں۔ علمی مرتبہ، تقویٰ وللہیت اور تزکیۂ نفس کے حوالہ سے شیخؒ کی بے مثال خدمات چہار دانگ عالم میں عقیدت واحترام کے ساتھ تسلیم کی جاتی ہیں۔ مگر شیخؒ کے بعض عقیدت مندوں نے فرطِ عقیدت میں شیخؒ کی خدمات وتعلیمات کو پس پشت ڈال کر ایک ایسا متوازی دین وضع کر رکھا ہے جو نہ صرف قرآن وسنت کے صریح منافی ہے بلکہ خود شیخؒ کی مبنی برحق تعلیمات کے بھی منافی ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ اگر ان عقیدت مندوں کو ان کی غلو کاریاں سے آگاہ کیا جائے تو یہ نہ صرف یہ کہ اصلاح کرنے والوں پر برہم ہوتے ہیں بلکہ انہیں اولیاء ومشائخ کا گستاخ قرار دے کر مطعون کرنے لگتے ہیں۔ بہر حال ایک دینی واصلاحی فریضہ سمجھتے ہوئے راقم یہ سطور لکھنے کی جسارت کر رہا ہے۔ اگر اس کے ذریعے ایک فرد کی بھی اصلاح ہو جائے تو اُمید ہے کہ وہ میری نجات کے لیے کافی ہوگا۔ ان شاء اللہ

کتاب ہذا کو بنیادی طور پر تین ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلا باب، شیخ جیلانیؒ کے مستند سوانح حیات پر مشتمل ہے۔ دوسرے باب میں شیخؒ کے عقائد ونظریات اور دینی تعلیمات کے بارے میں بحث کی گئی ہے جب کہ تیسرے باب میں ان غلط عقائد کی بھرپور نشاندہی کی گئی ہے جنہیں شیخؒ کے بعض عقیدت مندوں نے شعوری یا غیر شعوری طور پر عوام میں پھیلا رکھا ہے۔

باب 1

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے مستند سوانح حیات



ابتدائی حالاتِ زندگی

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا پورا نام عبدالقادر بن ابی صالح عبداللہ بن جنکی دوست الجیلی (الجیلانی) ہے جبکہ آپ کی کنیت ابو محمد اور لقب محی الدین اور شیخ الاسلام ہے۔ (۱)

صاحبِ شذرات نے آپ کا سلسلہ نسب حضرت حسنؓ بن علیؓ تک پہنچایا ہے۔ آپ ۴۷۱ھ (اور بقولِ بعض ۴۷۰ھ) میں جیلان میں پیدا ہوئے۔ (۲)

سید ابوالحسن علی ندوی مرحوم لکھتے ہیں:

''جیلان یا گیلان (کیلان) کو دیلم بھی کہا جاتا ہے، یہ ایران کے شمالی مغربی حصے کا ایک صوبہ ہے، اس کے شمال میں روسی سرزمین 'تالیس' واقع ہے، جنوب میں برز کا پہاڑی سلسلہ ہے جو اس کو آذربائیجان اور عراقِ عجم سے علیحدہ کرتا ہے۔ جنوب میں مازندان کا مشرقی حصہ ہے اور شمال میں بحرقزوین کا مغربی حصہ، وہ ایران کے بہت خوبصورت علاقوں میں شمار ہوتا ہے۔'' (۳)

علاقائی نسبت کی وجہ سے آپ کو جیلانی، گیلانی یا کیلانی کہا جاتا ہے۔

---

(۱)[دیکھئے: (سیر اعلام النبلاء: ۴۳۹/۲۰)، (البدایہ والنھایہ: ۲۵۲/۱۲)، (فوات الوفیات: ۳۷۳/۲)، (شذرات الذہب: ۱۹۸/۴)

علاوہ ازیں امام سمعانی نے آپ کا لقب 'امام حنابلہ' ذکر کیا ہے۔ (الذیل علی طبقات الحنابلہ لابن رجب: ۲۹۱/۱)]

(۲)[سیر اعلام النبلاء، (ایضاً)]

(۳)(دائرۃ المعارف: ۶۲۱/۱۱ بحوالہ تاریخ دعوت وعزیمت: ۱۹۷/۱)

تعلیم و تربیت

شیخ صاحب کی ابتدائی تعلیم و تربیت کا تذکرہ کتبِ تواریخ میں نہیں ملتا، البتہ یہ بات مختلف مؤرخین نے بیان کی ہے کہ

''آپ اٹھارہ برس کی عمر میں تحصیل علم کے لئے بغداد روانہ ہوئے۔''(۱)

امام ذہبی کا بھی یہی خیال ہے کہ آپ نو جوانی کی عمر میں بغداد آئے تھے۔ (۲)

علاوہ ازیں اپنے تحصیل علم کا واقعہ خود شیخ صاحب بیان کرتے ہیں کہ

''میں نے اپنی والدہ سے کہا: مجھے خدا کے کام میں لگا دیجئے اور اجازت مرحمت کیجئے کہ بغداد جا کر علم میں مشغول ہو جاؤں اور صالحین کی زیارت کروں۔ والدہ رونے لگیں، تاہم مجھے سفر کی اجازت دے دی اور مجھ سے عہد لیا کہ تمام احوال میں صدق پر قائم رہوں۔ والدہ مجھے الوداع کہنے کے لئے بیرونِ خانہ تک آئیں اور فرمانے لگیں:

''تمہاری جدائی، خدا کے راستے میں قبول کرتی ہوں۔ اب قیامت تک تمہیں نہ دیکھ سکوں گی۔''(۳)

شیوخ و تلامذہ

حافظ ذہبیؒ نے آپ کے شیوخ میں سے درج ذیل شیوخ کا بطورِ خاص تذکرہ کیا ہے:

''قاضی ابوسعد مخرمی، ابوغالب (محمد بن حسن) باقلانی، احمد بن مظفر بن سوس، ابوقاسم بن بیان، جعفر بن احمد سراج، ابوسعد بن خشیش، ابوطالب یوسفی وغیرہ''(۴)

---

(۱) [(اردو دائرۃ المعارف: ۹۲۹/۱۲)]

(۲) [(سیر ایضاً)]

(۳) [(نفحات الانس ص: ۵۸۷، از نور الدین جامی بحوالہ دائرۃ المعارف، ایضاً)]

(۴) [(سیر: ۴۴۰/۲۰)]

جبکہ دیگر اہل علم نے ابوزکریا یحییٰ بن علی بن خطیب تبریزی، ابوالوفا علی بن عقیل بغدادی، شیخ حماد الدباس کو بھی آپ کے اساتذہ کی فہرست میں شمار کیا ہے۔[1]

علاوہ ازیں آپ کے درج ذیل معروف تلامذہ کو حافظ ذہبیؒ وغیرہ نے ذکر کیا ہے:

''ابو سعد سمعانی، عمر بن علی قرشی، شیخ موفق الدین ابن قدامہ، عبدالرزاق بن عبدالقادر، موسیٰ بن عبدالقادر (یہ دونوں شیخ کے صاحبزادگان سے ہیں)، علی بن ادریس، احمد بن مطیع ابو ہریرہ، محمد بن لیث وسطانی، اکمل بن مسعود ہاشمی، ابوطالب عبداللطیف بن محمد بن قبیطی وغیرہ'' (ایضاً)

شیخ کی اولاد

امام ذہبیؒ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے بیٹے عبدالرزاق کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

''ولد لأبي تسعة وأربعون ولدا سبعة وعشرون ذكرا والباقي أناث''[2]

''میرے والد کی کل اولاد ۴۹ تھی جن میں ۲۷ بیٹے اور باقی سب بیٹیاں تھیں۔''

شیخ کا حلقہ درس

شیخ نے تعلیم سے فراغت کے بعد دعوت وتبلیغ، وعظ ونصیحت اور تعلیم وتربیت کو اپنی زندگی کا نصب العین بنالیا جس اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ آپ نے یہ سلسلہ شروع کیا، اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ اللہ نے آپ کے کام میں بے پناہ برکت ڈالی اور آپ کا حلقہ درس آپ کے دور کا سب سے بڑا تعلیمی وتربیتی حلقہ بن گیا۔ حتی کہ وقت کے حکمران، امراء ووزراء اور

---

(۱) (دائرۃ المعارف، اردو: ۱۱/۶۳۰)

(۲) (سیر: ۲۰/۴۴۷ نیز دیکھئے: فوات الوفیات: ۲/۳۷۴)

بڑے بڑے اہل علم بھی آپ کے حلقۂ وعظ ونصیحت میں شرکت کو سعادت سمجھتے۔ جبکہ وعظ و نصیحت کا یہ سلسلہ جس میں خلق کثیر شیخ کے ہاتھوں توبہ کرتی، شیخ کی وفات تک جاری رہا۔ (۱)

حافظ ابن کثیر شیخ کی ان مصروفیات کا تذکرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ

''آپ نے بغداد آنے کے بعد ابوسعید مخرمی حنبلیؒ سے حدیث وفقہ کی تعلیم حاصل کی۔ ابوسعید مخرمی کا ایک مدرسہ تھا جو انہوں نے شیخ عبدالقادر جیلانی کے سپرد کر دیا۔ اس مدرسہ میں شیخ لوگوں کے ساتھ وعظ ونصیحت اور تعلیم وتربیت کی مجالس منعقد کرتے اور لوگ آپ سے بڑے مستفید ہوتے۔'' (۲)

شیخ کی وفات: امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ ''شیخ عبدالقادر ۹۰ سال زندہ رہے اور ۱۰/ ربیع الآخر ۵۶۱ھ کو آپ فوت ہوئے۔'' (۳)

تالیفات وتصنیفات

شیخ جیلانیؒ بنیادی طور پر ایک مؤثر واعظ ومبلغ تھے تاہم مؤرخین نے آپ کی چند تصنیفات کا تذکرہ کیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ صاحبِ قلم بھی تھے۔ مگر اس سے یہ غلط فہمی پیدا نہیں ہونی چاہئے کہ مؤرخین نے آپ کی جن تصنیفات کا احاطہ کیا ہے، وہ تمام فی الواقع آپ ہی کی تصنیفات تھیں بلکہ آپ کی ذاتی تصنیفات صرف تین ہیں جبکہ باقی کتابیں آپ کے بعض شاگردوں اور عقیدت مندوں نے تالیف کر کے آپ کی طرف منسوب کر رکھی ہیں۔ اب ہم ان تمام کتابوں کا بالاختصار جائزہ لیتے ہیں:

---

(۱) [(سیر: ۴۴۱/۲۰)]
(۲) [(البدایہ والنھایہ: ۲۵۲/۱۲)]
(۳) [(سیر: ۴۵۰/۲۰)]

❶ غنیۃ الطالبین:

اس کتاب کا معروف نام تو یہی ہے مگر اس کا اصل اور بذاتِ خود شیخ کا تجویز کردہ نام یہ ہے: (الغنیة لطالبي طریق الحق) یہ کتاب نہ صرف یہ کہ شیخ کی سب سے معروف کتاب ہے بلکہ شیخ کے افکار ونظریات پر مشتمل ان کی مرکزی تالیف بھی یہی ہے۔ دورِ حاضر میں بعض لوگوں نے اسے شیخ کی کتاب تسلیم کرنے سے انکار یا تردّد کا اظہار بھی کیا ہے لیکن اس سے مجالِ انکار نہیں کہ یہ شیخ ہی کی تصنیف ہے جیسا کہ حاجی خلیفہ اپنی کتاب 'کشف الظّنون' میں رقم طراز ہیں کہ

"الغنیة لطالبی طریقِ الحق للشیخ عبد القادر الکیلانی الحسني المتوفی سنة ۵۶۱ ھـ إحدی وستین وخمس مائة"(۱)

''غنیۃ الطالبین شیخ عبدالقادر جیلانیؒ جو ۵۶۱ ہجری میں فوت ہوئے، انہی کی کتاب ہے۔''

حافظ ابن کثیرؒ نے بھی اپنی تاریخ(۲) میں اور شیخ ابن تیمیہؒ نے اپنے فتاویٰ(۳) میں اسے شیخ کی تصنیف تسلیم کیا ہے۔

❷ فتوح الغیب:

یہ کتاب شیخ کے ۷۸ مختلف مواعظ مثلاً توکل، خوف، اُمید، رضا، احوالِ نفس وغیرہ پر مشتمل ہے۔ یہ بھی شیخ کی کتاب ہے جیسا کہ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ

''شیخ عبدالقادرؒ نے غنیۃ الطالبین اور فتوح الغیب لکھی ہے۔ ان دونوں کتابوں میں بڑی بڑی اچھی باتیں ہیں، تاہم شیخ نے ان کتابوں میں بہت سی ضعیف اور موضوع

(۱) [کشف الظّنون (ص:۲/۱۲۱۱)]

(۲) [(البدایہ:۱۲/۲۵۲)]

(۳) [مجموع الفتاویٰ (ج۵/ص۱۵)]

روایات بھی درج کردی ہیں۔''(۱)

③ الفتح الرباني و الفيض الرحماني:

یہ کتاب شیخ کے ۶۲ مختلف مواعظ پر مشتمل ہے، یہ بھی شیخ کی مستقل تصنیف ہے۔ (۲)

④ الفیوضات الربانیة فی المآثر و الأوراد القادریة:

اس میں مختلف اوراد و وظائف جمع کئے گئے ہیں۔ اگرچہ بعض مؤرخین نے اسے شیخ کی طرف منسوب کیا ہے مثلاً دیکھئے الاعلام (ایضاً) مگر فی الحقیقت یہ آپ کی تصنیف نہیں بلکہ اسے اسمٰعیل بن سید محمد القادری نامی ایک عقیدت مند نے جمع کیا ہے جیسا کہ اس کے مطبوعہ نسخہ سے اس کی تائید ہوتی ہے اور ویسے بھی اس میں ایسے شرکیہ وظائف واَوراد اور بدعات وخرافات پرمبنی اذکار ہیں کہ جن کا صدور شیخ سے ممکن ہی نہیں۔ واللہ اعلم

⑤ الأوراد القادریة:

یہ کتاب بھی بعض قصائد و وظائف پرمبنی ہے۔ اسے محمد سالم بواب نے تیار کر کے شیخ کی طرف منسوب کردیا ہے حالانکہ اس میں موجود شرکیہ قصائد ہی اسے شیخ کی تصنیف قرار دینے سے مانع ہیں۔

اس کے علاوہ بھی مندرجہ ذیل کتابوں کو آپ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے:

(۶) بشائر الخیرات

(۷) تحفة المتقین و سبیل العارفین

(۸) الرسالة القادریة

(۹) حزب الرجا و الا نتهاء

(۱۰) الرسالة الغوثیة

(۱۱) الکبریت الأحمر فی الصلاة علی النبیؐ

---

(۱) [(البدایہ ایضاً اور دیکھئے کشف الظنون: ۲/ ۲۴۰)]

(۲) [(دیکھئے: الأعلام از زرکلی: ۴/ ۴۷)]

(۱۲)مراتب الوجود (۱۳) يواقيت الحكم

(۱۴)معراج لطيف المعاني

(۱۵)سر الأسرار ومظهر الأنوار فيما يحتاج إليه الأبرار

(۱٦)جلاء الخاطر في الباطن والظاهر

(۱۷)آداب السلوك والتوصل إلى منازل الملوك(۱)



(۱)[شیخ کی مندرجہ تصنیفات و تالیفات کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: معجم المؤلفین: ۳۰۷/۵، دائرۃ المعارف اردو: ۹۳۲/۱۱، ہدیۃ العارفین: ۵۹٦/۱، کشف الظنون بترتیب اسماء الکتب وغیرہ]

باب 2

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے عقائد و نظریات اور فقہی مسلک



شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا عقیدہ

شیخ کی ذاتی تصنیفات کے حوالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ کا عقیدہ وہی تھا جو اہل السنۃ کا متفقہ عقیدہ ہے بلکہ آپ خود اپنے عقیدہ کے حوالہ سے رقم طراز ہیں کہ

"اعتقادنا اعتقاد السلف الصالح و الصحابة" (۱)

"ہمارا عقیدہ وہی ہے جو صحابہ کرامؓ اور سلف صالحین کا ہے۔"

بلکہ شیخ دوسروں کو بھی سلف صالحین کا عقیدہ و مذہب اختیار کرنے کی اس طرح تلقین کرتے ہیں کہ

"علیکم بالاتباع من غیر ابتداع، علیکم بمذهب السلف الصالح امشوا في الجادة المستقيمة"

"تمہیں چاہیے کہ (کتاب و سنت کی) اتباع اختیار کرو اور بدعات کا ارتکاب نہ کرو اور تمہیں چاہیے کہ سلف صالحین کے مذہب کو اختیار کرو اور یہی وہ صراط مستقیم ہے جس پر تمہیں گامزن رہنا چاہیے۔" (۲)

نیز فرماتے ہیں کہ "فعلى المؤمن اتباع السنة والجماعة فالسنة ما سنه رسول الله ﷺ والجماعة ما اتفق عليه أصحاب رسول الله" (۳)

---

(۱) [(سیر اعلام النبلاء: ۲۰/۴۴۲)]

(۲) [(الفتح الربانی: المجلس العاشر ص۳۵)]

(۳) [(الغنیة: ۱/۱۶۵)]

''مومن کو چاہیے کہ سنت اور سنت پر چلنے والی جماعت کی پیروی کرے۔ سنت وہ ہے جسے رسول اللہؐ نے سنت قرار دیا اور جماعت وہ ہے جس پر اللہ کے رسول کے صحابہ کا اتفاق رہا۔''

شیخ جیلانیؒ کے عقائد ونظریات کی مزید معرفت کے لئے ہم ان کی مختلف کتابوں سے ان کے عقائد ونظریات کا سرسری جائزہ پیش کرتے ہیں:

ایمان کے بارے میں

ایمان کی تعریف میں اہل السنۃ اور فرقِ ضالہ میں نمایاں اختلاف پایا جاتا ہے۔ شیخ جیلانیؒ کے ہاں ایمان کی وہی تعریف ملتی ہے جو اہل السنۃ کے ہاں معروف ہے جیسا کہ شیخ فرماتے ہیں:

"ونعتقد أن الإيمان قول باللسان ومعرفة بالجنان وعمل بالأركان يزيد بالطاعة وينقص بالعصيان ويقوي بالعلم ويضعف بالجهل وبالتوفيق يقع"(۱)

''ہمارا عقیدہ ہے کہ ایمان، زبانی اقرار، قلبی تصدیق اور ارکان اسلام پر عمل پیرا ہونے کے مجموعہ کا نام ہے۔ ایمان اطاعت سے بڑھتا، نافرمانی سے کم ہوتا، علم سے مضبوط اور جہالت سے کمزور ہوتا رہتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی توفیق ہی سے یہ حاصل ہوتا ہے۔''

غنیۃ کے پہلے باب میں بھی شیخ اسی سے ملتی جلتی تعریف بیان کرتے ہیں کہ

"الايمان قول وعمل لأن القول دعوى والعمل هو البينة والقول صورة والعمل روحها"(۲)

''ایمان قول وعمل کا نام ہے کیونکہ قول (زبانی) دعویٰ ہے اور عمل اس دعویٰ کی دلیل

(۱) (الغنية:۱/۱۳۵)

(۲) (ص۱۴، ایضاً)

ہے۔قول صورت ہے اور عمل اس کی روح ہے۔''

توحید کے بارے میں

توحید ربوبیت واُلوہیت کے بارے میں شیخ رقم طراز ہیں کہ

"النفس بأجمعها تابعة لربها موافقة له إذ هو خالقها ومنشؤها وهي مفتقرة له بالعبودية"(۱)

''انسانی نفس (فطرت) مکمل طور پر اپنے ربّ کا مطیع ہے کیونکہ ربّ تعالیٰ ہی اس کے خالق و مالک ہیں اور یہ خدا تعالیٰ کی بندگی کرنے پر محتاج ہے۔''

نیز فرماتے ہیں کہ

"الذي يجب على من يريد الدخول في ديننا أو لا أن يتلفظ بالشهادتين لا إله الا الله محمد رسول الله ويتبرأ من كل دين غير دين الإسلام ويعتقد بقلبه وحدانية الله تعالى"(۲)

''جو شخص اسلام میں داخل ہونا چاہتا ہے، اس پر واجب ہے کہ سب سے پہلے کلمہ شہادت کا اپنی زبان سے اقرار کرے اور دین اسلام کے علاوہ دیگر تمام ادیان سے اعلانِ برأت کرے اور اپنے دل سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت تسلیم کرے۔''

اسماء وصفات کے بارے میں

اسماء وصفات کے بارے میں شیخ اپنا موقف اس طرح بیان کرتے ہیں:

"ولا نخرج عن الكتاب والسنة نقرأ الآية والخبر ونؤمن بما فيهما

(۱) [(فتح الغیب: ص۲۱)]

(۲) [(الغنية: ۱/۱۳)]

(۳) [(ایضاً: ۱/۱۲۵)]

ونكل الكيفية الى علم الله عزوجل"(۳)

''(اسماء وصفات کے سلسلہ میں) ہم کتاب وسنت سے باہر نہیں جاتے۔ ہم آیت پڑھتے ہیں یا حدیث اور ان دونوں پر ایمان لاتے ہیں جبکہ ان کی کنہ وحقیقت کو اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔''

اسماء وصفات کے حوالہ سے اہل السنۃ کا یہی موقف ہے جسے شیخ نے اپنی تصنیفات میں جا بجا اختیار کیا ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ فرقِ ضالہ کے نظریات کی تردید بھی کی ہے۔(۱)

قرآن مجید کے بارے میں

شیخ فرماتے ہیں کہ

"ونعتقد أن القرآن كلام الله وكتابه وخطابه ووحيه الذي نزل به جبريل على رسول الله....."(۲)

''ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ قرآنِ مجید اللہ کا کلام، مقدس کتاب، خطاب اور اس کی وہ وحی ہے جسے جبریلؑ کے ذریعے محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل کیا گیا ہے۔''

آنحضرتؐ کے بارے میں

شیخ فرماتے ہیں کہ

"ويعتقد أهل الاسلام قاطبة أن محمد بن عبدالله بن عبدالمطلب بن هاشم رسول الله وسيد المرسلين وخاتم النبيين عليهم السلام"(۳)

''تمام اہل اسلام کا اس بات پر متفقہ اعتقاد ہے کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ تمام رسولوں

(۱)[تفصیل کے لئے دیکھئے: (ایضاً:۱/۱۲۵تا۱۴۰)]

(۲)(الغنیـــة:۱/۱۲۷)

(۳)[(الغنیـــة: ایضاً)]

کے سردار اور خاتم النّبیین یعنی آخری رسول ہیں۔"

آخرت کے بارے میں

شیخ آخرتؒ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ثم إن الإيمان بالبعث من القبور والنشر عنها واجب كما قال الله......"

"روزِ آخرت قبروں سے جی اُٹھنے اور حشر ونشر پر ایمان لانا بھی واجب ہے۔"(۱)

علاوہ ازیں عذابِ قبر، پل صراط، حوضِ کوثر، جنت وجہنم، میزان و شفاعتِ کبریٰ وغیرہ کے حوالہ سے بھی شیخ نے غـــــنية میں وہی عقائد رقم کئے ہیں جو اہل السنۃ کے ہاں معروف ہیں۔

ردِّ شرک و بدعت کے حوالہ سے شیخ کی تعلیمات

شیخ جیلانیؒ توحید کے زبردست حامی اور شرک و بدعت کے قاطع تھے جیسا کہ ان کے مندرجہ اقتباسات سے واضح ہے:

① **"أن يمد يديه ويحمد الله ويصلي على النبي ﷺ ثم يسأل الله حاجته"**

"انسان کو چاہیئے کہ وہ اللہ کے حضور دستِ سوال دراز کرے، اللہ کی حمد وثنا کرے، محمدؐ پر درود وسلام بھیجے پھر اللہ سے اپنی حاجت کا سوال کرے۔"(۲)

② **"ويكره أن يقسم بأبيه أو بغير الله في الجملة فإن حلف حلف بالله وإلا ليصمت" (الغنية: ایضاً)**

"آباء واجداد یا غیر اللہ کی قسم کھانا مکروہ (بمعنی حرام) ہے لہٰذا قسم کھانی ہو تو صرف اللہ

(۱)[(الغنية: ۱/۱۴۶)]

(۲)[(الغنية: ۱/۹۴)]

کی قسم کھائی جائے ورنہ خاموشی اختیار کی جائے۔"

③ " وإذا زار قبرا لا يضع يدًا عليه ولا يُقَبّله فإنه عادة اليهود ولا يقعد عليه ولا يتكأ إليه ...... ثم يسأل الله حاجته"(۱)

شیخ آدابِ قبور کی مسنون دعا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ

"جب قبر کی زیارت کرنے جاؤ تو قبر پر ہاتھ نہ رکھو اور نہ ہی قبر کو چومو۔ کیونکہ یہ یہود کی علامت ہے اور نہ ہی قبر پر بیٹھو اور نہ اس کے ساتھ ٹیک لگاؤ۔ پھر اللہ سے اپنی حاجت طلب کرو"

④ "وتكره الطِّيَرَةُ ولا بأس بالتفاؤل" (ایضاً)

"بدشگونی حرام ہے البتہ فال (نیک اور اچھی بات) میں کوئی حرج نہیں۔" بلکہ بدشگونی کے حوالہ سے شیخ حدیث نبوی سے استدلال کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ

"جس شخص کو بدشگونی نے اس کے کام سے روک دیا، اس نے شرک کیا۔"(۲)

⑤ . "اتبعوا ولا تبتدعوا، وافقوا ولا تخالفوا، أطيعوا ولا تعصوا، اخلصوا ولا تشركوا وحدوا الحق وعن بابه لا تبرحوا، سلوه ولا تسئلوا غيره استعينوا به ولا تستعينوا بغيره توكلوا عليه ولا تتوكلوا على غيره"(۳)

"سنت کی پیروی کرو اور بدعات جاری نہ کرو۔ (دین کی) موافقت کرو اور خلاف ورزی نہ کرو۔ فرمانبرداری کرو اور نافرمانی نہ کرو۔ اخلاص پیدا کرو اور شرک نہ کرو۔ حق تعالیٰ کی توحید کا پرچار کرو اور اس کے دروازے سے منہ نہ موڑو، اسی خدا سے سوال کرو، کسی اور سے سوال نہ کرو۔ اسی سے مدد مانگو، کسی اور سے مدد نہ مانگو۔ اسی پر توکل و اعتماد کرو اس

(۱) (الغنية: ۹۱/۱)

(۲) (الغنية: ۹۶/۱)

(۳) [(الفتح الربانی: ص ۱۵۱)]

کے علاوہ کسی اور پر توکل نہ کرو۔''

شیخ رقمطراز ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص خود یا اس کا بھائی (عزیز) بیمار ہو تو وہ اس طرح دعا کرے: ''اے ہمارے ربّ! جو آسمان میں ہے، تیرا نام مقدس ہے، ارض وسما پر تیرا ہی حکم ہے۔ جس طرح ارض وسما میں تیری ہی رحمت کے دریا بہتے ہیں، اے پاکیزہ لوگوں کے ربّ! ہمارے گناہ معاف فرما دے، اپنی رحمت سے ہم پر مہربانی فرما، اس مصیبت و بیماری میں اپنی طرف سے شفا عطا فرما۔''(۱)

''ساری مخلوق عاجز ہے، نہ کوئی تجھ کو فائدہ پہنچا سکتا ہے نہ نقصان، جو کچھ تیرے لئے مفید ہے یا مضر، اس کے متعلق اللہ کے علم میں (تقدیر کا) قلم چل چکا ہے، اس کے خلاف نہیں ہوسکتا.....''(۲)

قبولیتِ عبادات کے بارے میں شیخ کا موقف

شیخ فرماتے ہیں:

"إذا عملت هذه الأعمالَ......وإصابة السنة"(۳)

''تم سے تمہارے اعمال اس وقت تک قبول نہیں کئے جاسکتے ہیں جب تک کہ تم اِخلاص پیدا نہ کرلو۔ کوئی قول، عمل کے بغیر مقبول نہیں اور کوئی عمل اخلاص اور سنت کی مطابقت کے بغیر مقبول نہیں۔''

خلاصۂ بحث اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی گواہی

مندرجہ اقتباسات کے سرسری مطالعہ سے کم از کم یہ اندازہ ضرور ہو جاتا ہے کہ شیخ

---

(۱)[(الغنية :۹۶/۱)]

(۲)[(فیوضِ یزدانی ترجمہ الفتح الربانی: مجلس ۱۳، ص۸۹)]

(۳)(الفتح الربانی: ص۱۰)

جیلانی سلفی العقیدہ تھے۔ اس کی مزید تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ شیخ نے اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں تمام فرقِ ضالہ کی بھرپور تردید کی ہے۔ شیعہ وروافض، مرجیہ وقدریہ، جہمیہ، کرامیہ اور معتزلہ وغیرہ کی تردید تو بہت نمایاں ہے جبکہ ان کے علاوہ صرف ایک ہی گروہ ایسا رہ جاتا ہے جسے فرقہ ناجیہ کہا جا سکتا ہے اور اسی گروہ کو شیخ نے أصحاب الحدیث اور أھل السنۃ قرار دے کر ان کی تعریف وتوصیف کی ہے اور دیگر لوگوں کو بھی انہی کی طریق پر چلنے کی جا بجا ہدایت کی ہے۔

لہٰذا اب یہ فیصلہ کرنا چنداں مشکل نہیں کہ شیخ عبدالقادر جیلانی صحیح العقیدہ مسلمان تھے۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی ملحوظِ خاطر رہے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ جو فرقِ ضالہ کے عقائد ونظریات کی نشاندہی وتردید کے حوالہ سے ایک سند کی حیثیت رکھتے ہیں، نے شیخ جیلانی اور ان کے بعض اقوال وفرمودات کو اپنے فتاویٰ میں بطورِ تائید واستشہاد جا بجا نقل کیا ہے[1] اگر شیخ جیلانی کے عقائد ونظریات میں کوئی بگاڑ ہوتا تو ابن تیمیہؒ اس کی ضرور نشاندہی اور تردید فرماتے مگر اس کے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ ابن تیمیہؒ نے شیخ جیلانیؒ کا نہ صرف ذکر خیر فرمایا ہے بلکہ انہیں 'اکابر الشیوخ'، 'الشیخ الامام' اور 'ائمتنا' میں شمار فرمایا ہے۔[2]

یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ شیخ جیلانیؒ کی کتابوں کے تتبع سے ان کے بعض تفردات بھی ملتے ہیں جن پر آئندہ سطور میں 'شیخ کے بعض تفردات' کے ضمن میں تبصرہ کیا جائے گا۔

---

(۱)[مثلاً دیکھئے: فتاویٰ ابن تیمیہؒ: (ج۵رص۸۵، ج۱۰رص۴۵۵، ۵۲۴، ۵۴۸، ج۱۱رص۶۰۴)

(۲)[(دیکھئے مجموع الفتاویٰ: ج۱۱رص۶۰۴، ج۵رص۸۵)]

فقہی مسلک

آپ کے بارے میں اہل علم نے متفقہ طور پر یہ رائے ظاہر کی ہے کہ آپ فقہی مسائل میں حنبلی المسلک تھے۔ جیسا کہ حافظ ذہبیؒ نے سیر أعلام النبلاء [1] اور عبدالحی بن عماد حنبلی نے شذرات الذهب [2] اور محمد بن شاکر کتبی نے فوات الوفیات [3] میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ علاوہ ازیں خود شیخ کے درج ذیل اقتباسات سے بھی واضح ہوتا ہے کہ وہ فقہی مسائل میں امام احمد بن حنبل کے پیرو تھے:

① "وينبغي للإمام أن لا يدخل طاق القبلة فيمنع من ورآه رؤيته بل يخرج منه قليلا وعن إمامنا احمد رحمه الله رواية أخرى: أنه يستحب قيامه فيه" [4]

''امام کے لیے جائز نہیں کہ وہ بالکل محراب کے اندر اس طرح گھس کر کھڑا ہو کہ مقتدیوں کی نظر ہی سے اوجھل ہو جائے بلکہ اسے چاہیے کہ محراب سے قدرے باہر ہو کر کھڑا ہو اور ہمارے امام احمد بن حنبل سے اس مسئلہ میں ایک دوسری روایت یہ بھی ہے کہ امام کا محراب میں کھڑا ہونا مستحب ہے۔''

② "وروى أمامنا أبو عبد الله أحمد رحمه الله في رسالة له بإسناده عن

(۱)[سیر أعلام النبلاء (۴۳۹/۲۰)]

(۲)[شذرات الذهب (۱۹۹/۴)]

(۳)[فوات الوفيات (۲۹۵/۲)]

(۴)[(الغنية: ج۲،ص۲۰۰)]

أبي موسىٰ الأشعري......"

" ہمارے امام ابوعبداللہ احمد بن حنبلؒ نے اپنے ایک رسالہ میں اپنی اسناد کے ساتھ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت کیا ہے......"(۱)

③ "قال الإمام أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل الشيباني رحمه الله وأَمَاتَنَا على مذهبه أصلا وفرعا وحَشَرَنا في زمرته......" (ایضاً)

"امام ابوعبداللہ احمد بن حنبل الشیبانیؒ نے فرمایا...... اللہ تعالیٰ ہمیں عقائد وفروعی مسائل میں انہی کے مذہب پر موت دے اور روزِ محشر انہی کے گروہ میں ہمیں اُٹھائے......"

امام شعرانی نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ شیخ، امام احمدؒ اور امام شافعیؒ دونوں ہی سے متاثر تھے اور ان دونوں اماموں کے مسلک پر فتویٰ دیتے تھے۔ (الطبقات الکبریٰ:۱۰۹) مگر مذکورہ اقتباسات سے آپ کا حنبلی المسلک ہونا ہی ثابت ہوتا ہے۔ نیز یہ غلط فہمی پیدا نہ ہو کہ شیخ بھی بعض متعصبین کی طرح اپنے امام کے اندھے مقلد تھے بلکہ آپ کی تقلید کا دائرہ صرف وہاں تک تھا کہ جہاں تک قولِ امام شرعی نصوص سے متعارض نہ ہوتا جب کہ ایسے تعارض کی صورت میں آپ حدیثِ نبوی ہی کو ترجیح وفوقیت دینے کے قائل تھے۔ جیسا کہ موصوف غنیة الطالبین میں رقمطراز ہیں کہ

"ولا ينظر إلى أحوال الصالحين (وأفعالهم) بل إلى ما روى عن الرسول ﷺ والاعتماد عليه حتى يدخل العبد في حالة ينفرد بها عن غيره"(۲)

" صالحین (علماء ومشائخ) کے افعال واعمال (اور اقوال) کو پیش نظر نہ رکھا جائے بلکہ اس چیز کو پیش نظر رکھا جائے جو آنحضرتؐ سے مروی ہے اور اسی

(۱)[(ایضاً:ص۲۰۳)]

(۲)[(ج۲رص۱۴۹)]

مروی (حدیث) پر اعتماد کیا جائے خواہ اس طرح کرنے سے کوئی شخص دوسرے لوگوں سے ممتاز و منفرد ہی کیوں نہ ہو جائے۔'' (پھر بھی کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ اندریں صورت اس کی انفرادیت حدیث مصطفیٰ کی وجہ سے ہے ناکہ خواہش پرستی کی بنا پر!)

شیخ جیلانیؒ اور زہد و تصوف

تصوف کے حوالہ سے یہ بات واضح رہے کہ حلول، وحدت الوجود اور وحدت الشہود وغیرہ کے وہ نظریات جو متاخر صوفیا (مثلاً ابن عربی ۶۳۸ھ، عبدالکریم جیلی ۸۱۱ھ، وغیرہ) کے ہاں پائے جاتے ہیں، متقدمین کے ہاں ماسوائے منصور حلاج (۳۰۹ھ) کے، ان کا واضح سراغ نہیں ملتا۔ یہی وجہ ہے کہ متقدم صوفیا کے مستند حالات اور ان کی تصنیفات سے ان کے صحیح العقیدہ ہونے کا واضح ثبوت ملتا ہے۔[1] البتہ تزکیہ نفس کے سلسلہ میں انہی متقدمین کے ہاں بعض خلافِ شرع اُمور بھی پائے جاتے ہیں[2] البتہ ان خلافِ شرع امور کا تعلق عقائد و ایمانیات کی بجائے عبادات و معاملات سے ہے۔

آگے بڑھنے سے پہلے یہ واضح کر دینا بھی ضروری ہے کہ خیر القرون کے تصوف اور مابعد کے تصوف میں بُعد المشرقین کی طرح نمایاں خلا ہے۔ بلکہ پہلی صدی ہجری میں تو یہ لفظ تصوف کہیں ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا، البتہ پہلی اور دوسری صدی ہجری میں انتہائی متقی حضرات کے لئے زاہد، عابد اور صالح وغیرہ کے الفاظ استعمال کئے جاتے تھے جبکہ دوسری صدی ہجری ہی میں ان کے ساتھ لفظ 'صوفی' بھی مترادف کے طور پر استعمال ہونے لگا۔[3] اور رفتہ رفتہ یہی لفظ اتنا معروف ہوا کہ زاہد، عابد اور صالح جیسی اصطلاحات معدوم

(۱)[(دیکھئے: تاریخ تصوف از یوسف سلیم چشتی: ص۱۴۳تا ۵۲۰)]

(۲)[(مثلاً دیکھئے: شریعت وطریقت از عبدالرحمٰن کیلانی: ص۱۵۶، ۲۱۸تا ۲۲۱، ۲۲۸، ۲۶۴ تا ۲۷۱، ۲۷۴، ۲۷۵، ۴۹۶، ۴۹۸، ۵۰۰وغیرہ)]

(۳)[(دیکھیے: شریعت وطریقت: ص۱۱۷ نیز مجموع الفتاویٰ:۶/۱۱)]

ہوکر رہ گئیں۔گویا متقدمین کے ہاں لفظ صوفی دراصل زاہد و عابد کی جگہ مستعمل تھا۔

زہد کا تصور چونکہ اسلام میں موجود ہے یعنی ''ازھد☆ في الدنیا یحبک اللہ'' دنیا سے بے رغبتی کرو تو خدا تم سے محبت کرے گا۔''(1) اس لئے متقدم صوفیا جو دراصل زہاد و عباد ہی تھے، کے طرزِ عمل، طریقۂ عبادات اور تزکیۂ نفس کے سلسلہ کو دیگر ائمہ دین نے ہدفِ تنقید نہیں بنایا اور ویسے بھی ان صوفیا اور زہاد کی طرزِ زندگی مجموعی طور پر شریعت ہی کی آئینہ دار تھی کیونکہ ان میں سے اکثر حضرات کتاب وسنت کے عالم باعمل اور دین وشریعت کے اَسرار و رموز سے کما حقہ واقف تھے۔تاہم ان میں عقائد سے ہٹ کر عبادات ومعاملات میں غلو اور بگاڑ پیدا ہو چکا تھا، اس کی طرف بھی گذشتہ سطور میں نشاندہی کر دی گئی ہے۔یہی غلو رفتہ رفتہ اس قدر بڑھا کہ متاخرین صوفیا نے شعوری یا غیر شعوری طور پر دین شریعت کے متوازی دین 'طریقت' ایجاد کرلیا جو نہ صرف عبادات ومعاملات میں دین وشریعت کے برخلاف تھا بلکہ عقائد ونظریات میں بھی اسلامی عقائد کے منافی تھا اور یہ صورتِ حال اس وقت پیدا ہوئی جب مسلمان صوفیا نے ہندی ویونانی فلسفہ تصوف کو اسلام میں درآمد کرلیا اور اس پر طرہ یہ کہ بعض مسلمان صوفیا وحدۃ الوجود جیسے شرکیہ فلسفہ تصوف کے حق واثبات میں قرآن وسنت

☆ لیکن اس حدیث کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ دنیاوی مشاغل کو ترک کر کے جنگلوں اور صحراؤں میں ڈیرے جما لئے جائیں اور انسانیت کی ہدایت ورہنمائی کی بجائے الگ تھلگ کٹیا بنا کر اپنا ماتھے کی محراب چوڑی کی جاتی رہے..... بلکہ اگر زہد کا یہی معنی ہوتا تو آنحضرتؐ اور صحابہ کرامؓ کم از کم ایسا ضرور کرتے مگر ان کا طرزِ عمل زہد کے اس تصور کی مکمل نفی کرتے ہوئے زہد کا یہ حقیقی تصور اُجاگر کرتا ہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے دنیا ہی کو مقصودِ اصلی سمجھنے کی بجائے اسے ضرورت کی جا سمجھا جائے اور ضرورت ہی کی حد تک اس سے مستفید ہوتے ہوئے اپنی اور اپنے ساتھ دیگر انسانوں کی آخرت کو بہتر بنانے کے لئے جدوجہد کی جائے۔

(1)[(صحیح ابن ماجہ:۳۳۱۰)]

سے غلط و بے جا استشہاد کرنے لگے......!!

شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ نے **غنیۃ الطالبین** میں تصوف اور اس کے متعلقات پر ایک طویل بحث سپردِ قلم فرمائی ہے۔[1]

جو دراصل زہد و تقویٰ سے متعلقہ تعلیمات یعنی توکل، صبر، شکر، رضا، صدق اور آدابِ معاشرت وغیرہ پر مبنی ہے۔ اور گزشتہ سطور میں ہم واضح کر آئے ہیں کہ متقدمین کے ہاں تصوف دراصل زہد و تقویٰ ہی کے مترادف سمجھا جاتا تھا اور متاخر صوفیا کے عقائد و نظریات (یعنی وحدت الوجود، حلول وغیرہ) متقدمین کے ہاں نہیں پائے جاتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ شیخ جیلانی ؒ کے عقائد و نظریات سراسر اہل السنۃ کے موافق ہیں جیسا کہ 'شیخ کے عقائد و نظریات' کے ضمن میں اس پر تفصیلی بحث کی جا چکی ہے۔ ویسے بھی شیخ جیلانی ؒ ایسے گمراہانہ نظریات کے سخت مخالف تھے مثلاً منصور حلاج جو حلول جیسے گمراہانہ نظریہ کا قائل ہو چکا تھا، کے بارے میں شیخ جیلانیؒ نے ایک مرتبہ فرمایا:

''منصور حلاج کے دور میں کوئی شخص ایسا نہ تھا جو اس کا ہاتھ پکڑتا اور اسے اس کی لغزش سے باز رکھتا، اگر میں اس کے زمانے میں ہوتا تو منصور کے معاملے کو اس صورتِ حال سے بچاتا جو اس نے اختیار کر لی تھی۔''[2]

علاوہ ازیں دائرہ المعارف کا مقالہ نگار لکھتا ہے کہ

''شیخ عبدالقادر تصوف میں پُر اسرار رمزیت (جو باطنیہ یا غیر متشرع متصوفین کو تقویت پہنچاتی تھی) کے خلاف تھے۔'' (ایضاً)

علاوہ ازیں وحدت الوجود وغیرہ کی تردید شیخ کے مندرجہ ذیل فرمودات سے بھی ہوتی ہے:

---

(۱)[(دیکھئے: ج ۲ ص ۲۶۹ تا ۳۳۲)]

(۲)[(اخبار الاخیار ص ۲۳ از عبدالحق محدث دہلوی بحوالہ دائرۃ المعارف اردو: ج ۱۲ ص ۹۳۴)]

''وهو بجهة العلو مستو على العرش.... والله تعالىٰ على العرش..... وهو باين من خلقه ولا يخلو من علمه مكان ولا يجوز وصفه بأنه في كل مكان بل يقال أنه في السماء على العرش......''

اللہ تعالیٰ بلندی کی طرف عرش پر مستوی ہے.....اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے.....اور وہ مخلوق سے جدا ہے۔اس کے علم سے کوئی جگہ (اور چیز) مخفی نہیں اور اس کے بارے میں یہ کہنا درست نہیں کہ وہ ہر جگہ پر موجود ہے بلکہ اس کا وصف یوں بیان کرنا چاہئے کہ وہ آسمانوں کے اوپر عرش پر مستوی ہے اور یہی چیز اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان کی ہے کہ ﴿ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ﴾ (طٰہٰ:۵) ''رحمٰن، عرش پر مستوی ہے۔''(۱)

یاد رہے کہ شیخ کی طرف منسوب سلسلہ قادریہ کی حقیقت ہم آگے چل کر واضح کریں گے۔

شیخ کی کرامات

جب اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ انبیاء و رسل کے ہاتھوں کوئی خرقِ عادت کام ظاہر ہوتو اسے معجزہ کہا جاتا ہے جیسے حضرت موسیٰ کی لاٹھی کا اژدھا بن جانا، حضرت ابراہیمؑ کے لئے آگ کا ٹھنڈا ہو جانا، نبی اکرمؐ کے لئے چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا وغیرہ وغیرہ۔اور جب کسی نیک صالح مؤمن کے ہاتھوں کوئی خرقِ عادت چیز ظاہر ہو تو اسے کرامت کہا جاتا ہے جیسے حضرت مریم کے پاس بے موسمی پھلوں کا آنا (آلِ عمران:۳۷)، بعض صحابہ کے لئے اندھیرے میں عصا کا روشن ہونا وغیرہ البتہ معجزہ اور کرامت کے حوالے سے یہ باتیں یاد رہیں کہ

(۱)(الغنیۃ:۱/۱۲۱تا۱۲۴)

❶ معجزہ نبی کے ہاتھوں ظاہر ہوتا ہے اور کرامت ولی کے ہاتھوں۔

❷ جس طرح کوئی ولی، کسی نبی کی فضیلت کو نہیں پہنچ سکتا، اسی طرح کسی ولی کی کرامت کسی نبی کے معجزے کے مساوی نہیں ہو سکتی۔ (۱)

❸ معجزہ یا کرامت کے ظہور میں انبیاء و اولیا کا کوئی اختیار نہیں ہوتا بلکہ ان کا صدور اللہ کے حکم و مرضی پر موقوف ہوتا ہے۔ (۲)

❹ نبی کے معجزے سے انکار تو کسی مسلمان کے لئے ہرگز جائز نہیں لیکن کسی ولی کی کرامت کو تسلیم بھی کیا جا سکتا ہے اور ردّ بھی۔ (۳)

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ شیخ جیلانیؒ انتہائی متقی، عالم باعمل اور اللہ کے ولی تھے، اس لئے ان کے ہاتھوں کرامات کا ظہور کوئی امرِ مستبعد نہیں اور یہی وجہ ہے کہ ان کی طرف سینکڑوں کرامتیں منسوب ہیں۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ ان میں سے اکثر و بیشتر ایسی ہیں جنہیں ان کے عقیدت مندوں نے بلا دلیل ان کی طرف منسوب کر رکھا ہے۔ شیخ کی ان کرامتوں کے حوالہ سے عام طور پر لوگوں میں دو طرح کے طبقہ ہائے فکر پائے جاتے ہیں۔ ایک تو وہ عقیدت مند جو شیخ کی طرف منسوب ہر چیز آنکھیں بند کر کے تسلیم کر لیتے ہیں اور دوسرے وہ جو آپ کی کسی بھی کرامت کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ شیخ جیلانیؒ اللہ کے ولی تھے، اس لئے ان کی کوئی بھی کرامت بشرطیکہ وہ ثابت ہو، تسلیم کرنی چاہئے۔ البتہ شیخ کی کرامتوں کے اثبات یا عدم اثبات کے حوالہ سے مزید گزارش یہ ہے کہ

(۱) (النبوات ابن تیمیہ: ص۱۰۹ تا ۱۱۶)

(۲) (مثلاً دیکھئے الاسراء: ۹۰ تا ۹۳)

(۳) (دیکھئے مجموع الفتاوی: ۱۱/ ۲۰۸)

اکثر و بیشتر کرامتیں محض آپ کی طرف منسوب ہیں، حقیقت میں ان کا کوئی وجود نہیں۔ جیسا کہ حافظ ذہبی رقم طراز ہیں کہ

"قلت ليس في كبار المشائخ من له أحوال و كرامات أكثر من الشيخ عبدالقادر لكن كثيرا منها لا يصح وفي بعض ذلك أشياء مستحيلة"[1]

''میں کہتا ہوں کہ کبار اولیاء ومشائخ میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں گزرا جس کی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے زیادہ کرامتیں معروف ہوں، تاہم شیخ جیلانیؒ کی طرف جو کرامتیں منسوب ہیں ان میں سے اکثر و بیشتر درست نہیں بلکہ بعض تو ویسے ہی ناممکنات میں سے ہیں۔''

کچھ اسی طرح کا تبصرہ حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تاریخ البدایہ والنھایہ[2] میں کیا ہے مگر حافظ ابن کثیرؒ یا حافظ ذہبی نے یہ نشاندہی نہیں فرمائی کہ شیخ کی کون کون سی کرامات غیر صحیح اور کون سی مستحیل ہیں، تاہم اس سلسلہ میں کچھ مزید حقائق درج ذیل ہیں:

شیخ کی کرامات پر مشتمل کتابیں جھوٹی ہیں!

☐ شیخ جیلانی کی کرامتوں کو سب سے پہلے جس عقیدت مند نے کتابی شکل میں جمع کیا وہ علی بن یوسف الشطنوفی ہے جس کی وفات کا شیخ جیلانی کی وفات سے تقریباً ۱۵۰ سال کا فاصلہ ہے یعنی شطنوفی ۷۱۳ھ میں فوت ہوا۔[3] جبکہ شیخ کی وفات ۵۶۱ھ کو ہوئی۔

شطنوفی شیخ جیلانی کی بعض کرامتوں کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جس سے ان کی شیخ

(۱) [(سیر: ج ۲۰/ص ۴۵۰)]

(۲) البدایہ والنھایہ (ج ۱۲/ص ۲۵۲)]

(۳) [(دیکھئے الاعلام: ۵/ ۱۸۸، کشف الظنون: ۱/ ۲۵۷)]

جیلانیؒ کے معاصر ہونے کا شک گزرتا ہے، علاوہ ازیں جن کرامتوں کو شطنوفی نے اپنی سند سے بیان کرنے کی کوشش کی ہے، ان میں بھی اکثر و بیشتر اسناد میں ضعیف راوی موجود ہیں۔ اسی لئے ائمہ محققین نے شطنوفی کی اس تالیف پر زبردست تردید و تنقید کی ہے۔ بطور مثال چند ائمہ کے اقوال ذکر کئے جاتے ہیں:

① حافظ ابن حجر شیخ الکمال جعفر کے حوالہ سے رقمطراز ہیں کہ

"ذکر فیہ غرائب وعجائب وطعن الناس فی کثیر من حکایات وأسانیدہ فیہ"

"شطنوفی نے اس کتاب میں بڑی عجیب وغریب باتیں ذکر کی ہیں اور لوگوں نے اس کی بیان کردہ اکثر حکایتوں اور اسناد پر جرح کی ہے۔"(۱)

② ابن الوردی اپنی تاریخ میں رقمطراز ہیں کہ

"إن فی البهجة أمور لا تصح ومبالغات في شان الشيخ عبدالقادر لا تليق إلا بالربوبية"(۲)

"بهجة الأسرار میں ایسی باتیں پائی جاتی ہیں جنہیں تسلیم نہیں کیا جا سکتا اور شیخ جیلانی کے بارے میں بعض ایسے مبالغہ آمیز خیالات کا اظہار کیا گیا ہے جو باری تعالیٰ کے سوا اور کسی کی شان کے لائق نہیں۔"

③ ابن رجب فرماتے ہیں کہ

"قد جمع المقرئ أبوالحسن الشطنوفي..... فيه من الرواية عن المجهولين ..... إن الشطنوفي نفسه كان متهما فيما يحكيه في هذا

(۱)[(الدرر الکامنہ:۱۴۲/۳)]

(۲)[(کشف الظنون:۲۵۷/۱)]

(۳)[(ذیل الطبقات لابن رجب:۲۹۳/۱)]

الکتاب بعینه" (۳)

''شطنوفی نے شیخ جیلانیؒ پر تین جلدوں میں کتاب لکھی ہے اور اس میں رطب و یابس کا طومار باندھا ہے۔ حالانکہ کسی آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات کو آگے بیان کردے۔ میں نے اس کتاب کے بعض مندرجات دیکھے ہیں مگر میرا نفس اس بات پر مطمئن نہ ہوا کہ میں اس میں مذکور باتوں پر اعتماد کرسکوں کیونکہ اول تو اس میں مجہول راویوں سے روایتیں لی گئی ہیں اور دوسرا یہ کہ اس میں نہ صرف کذب و افترا اور جھوٹ کے بے شمار پلندے ہیں بلکہ ان جھوٹی باتوں کو شیخ جیلانیؒ کی طرف منسوب کرنا بھی شیخ جیلانیؒ کے شان کے منافی ہے۔ علاوہ ازیں شیخ الکمال جعفر کی یہ بات بھی میری نظروں سے گزری ہے کہ شطنوفی نے اپنی اس کتاب بهجة الأسرار میں جو چیزیں بیان کی ہیں، انہیں بیان کرنے میں شطنوفی مُتَّـهَم (جس پر جھوٹا ہونے کا شک ہو) ہے۔''

مندرجہ بالا ائمہ محققین کے اقتباسات ہی سے بهـجة الأسـرار اور اس میں موجود شیخ کی کرامتوں کی اصلیت واضح ہوجاتی ہے، تاہم سردست حاجی خلیفہ کے حوالے سے یہ بات ذکر کرنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے مندرجہ اقتباسات میں سے پہلے دو اقتباس کشف الظنون میں نقل کئے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ دیگر ائمہ کی تنقید بھی ان کی نظر میں تھی مگر اسکے باوجود انہوں نے ان ائمہ نقاد کے بارے میں علمی وتحقیقی جواب دینے کی بجائے اسطرح اپنے خیالات کا اظہار فرمایا:

"وأنـي لـغـبـي جـاهـل حـاسـد ضيع عمره في فهم ما في السطور وقنع بـذلـك عـن تزكية النفس وإقبالها على الله أن يفهم ما يعطي الله (سبحانه و تعالى) أولياءه من التصريف في الدنيا والآخرة"

''اس کندہ ناتراش احمق اور حاسد شخص پر افسوس ہے کہ جس نے بهـجة الأسرار کی

عبارتوں کو سمجھنے میں اپنی عمر ضائع کر دی اور تزکیۂ نفس اور اللہ کی طرف متوجہ ہو کر اس بات کو سمجھنے کی ذرا بھی کوشش نہ کی کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیا کو دنیا و آخرت میں آزادانہ تصرف واختیار کی دولت سے نواز دیتے ہیں۔''

حاجی خلیفہ کی اس عبارت سے ائمہ نقاد کی وہ جرح تو بالکل رفع نہیں ہوئی جو انہوں نے **بهجة الأسرار** پر کی ہے تاہم اس سے یہ خدشہ ضرور لاحق ہوا ہے کہ حاجی خلیفہ کے افکار ونظریات میں بھی واضح جھول ہے، اس لیے اہل تحقیق کو حاجی خلیفہ کے عقیدہ ومسلک کا غیر جانبدارانہ جائزہ لینا چاہئے......!!

قلائد الجواھر بھی بهجة الاسرار کی طرح جھوٹی کراماتوں کا پلندہ ہے!

❑ شیخ جیلانی کی کرامتوں پر دوسری جامع ومستقل کتاب **قلائد الجواھر** ہے جسے محمد بن یحیٰی القاذفی (۹۶۳م، دیکھئے الاعلام: ۱۱/۸) نے شیخ کی وفات سے تقریباً چار سو سال بعد لکھا اور اس کی اسنادی حیثیت **بهجة الأسرار** سے بھی زیادہ مجروح ہے۔ اکثر و بیشتر واقعات تو **بهجة** ہی سے ماخوذ ہیں جبکہ بعض واقعات تو اتنے جھوٹے ہیں کہ خود جھوٹ بھی ان سے شرما جائے۔ بغرضِ اختصار ایک واقعہ کی نشاندہی ضروری معلوم ہوتی ہے، صاحبِ کتاب رقمطراز ہیں کہ

''سہل بن عبداللہ تستری نے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ اہلِ بغداد کی نظر سے آپؒ عرصہ تک غائب رہے، لوگوں نے آپ کو تلاش کیا تو معلوم ہوا کہ آپ کو دجلہ کی طرف جاتے دیکھا تھا۔ لوگ آپ کو تلاش کرتے ہوئے دجلہ کی طرف گئے تو ہم نے دیکھا کہ آپ پانی پر سے ہماری طرف چلے آرہے ہیں اور مچھلیاں بکثرت آپ کی طرف آن آن کر آپ کو 'سلام علیک' کہتی جاتی ہیں۔ ہم آپ کو اور مچھلیوں کے آپ کا ہاتھ چومنے کو دیکھتے جاتے تھے۔ اس وقت نمازِ ظہر کا وقت ہو گیا تھا۔ اسی اثنا میں ہمیں ایک بڑی بھاری جائے نماز

دکھائی دی اور تخت سلیمانی کی طرح ہوا میں معلق ہوکر بچھ گئی۔ یہ جائے نماز سبز رنگ اور سونے چاندی سے مرصع تھی۔ اس کے اوپر دو سطریں لکھی ہوئی تھیں۔ پہلی سطر میں ﴿أَلاَ إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللهِ لاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَهُمْ يَحْزَنُونَ﴾ اور دوسری سطر میں اَلسَّلاَمُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ إِنَّهُ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ لکھا ہوا تھا۔ جب یہ جائے نماز بچھ چکی تو ہم نے دیکھا کہ بہت سے لوگ آئے اور جائے نماز کے برابر کھڑے ہوگئے...... سہل بن عبداللہ تستری بیان کرتے ہیں کہ ہم نے آپ کی دعا پر فرشتوں کے ایک بہت بڑے گروہ کو 'آمین' کہتے سنا۔ جب آپ دعا ختم کر چکے تو پھر ہم نے یہ ندا سنی أبشر فإني قد استجبت لک ''تم خوش ہوجاؤ میں نے تمہاری دعا قبول کرلی...... ''[1]

شیخ کی طرف منسوب اس کرامت کے امکان یا عدم امکان اور اس کے حضرت سلیمانؑ کی مقبول دعا (صٓ:۳۵)[2] کے منافی ہونے سے بھی قطع نظر اس وقت صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ سہل بن عبداللہ تستری شیخ جیلانیؒ کی پیدائش سے بھی بہت پہلے یعنی ۲۸۳ھ میں فوت ہوچکے تھے۔[3] جبکہ شیخ جیلانیؒ ۴۷۱ھ کو پیدا ہوئے۔ اب تستری اور شیخ جیلانی کا یہ درمیانی دو سو سالہ وقفہ یہ ثابت کرتا ہے کہ تستری کی شیخ سے کسی طرح بھی ملاقات ثابت

---

(۱) [(قلائد الجواہر ترجمہ محمد عبدالستار قادری: ص۸۸،۸۹)]

(۲) اس سے مراد حضرت سلیمان علیہ السلام کی یہ دعا ہے: رب اغفر لی وھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی'' یعنی آپ نے اللہ سے یہ دعا مانگی کہ یا اللہ مجھے ایسی حکومت عطا کر جو تو میرے بعد کسی اور کو عطا نہ کرنا۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ نے کی یہ دعا قبول کرتے ہوئے ہواؤں، پانیوں، حیوانوں اور جنوں وغیرہ پر حکومت عطا کردی۔ اور ایسی حکومت پھر بعد میں اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو عطا نہیں کی۔ حتیٰ کہ ایک مرتبہ نبی اکرمؐ نے ایک مرتبہ جن کو پکڑ لیا پھر چھوڑ دیا اور فرمایا کہ میں نے اسے اس لئے چھوڑا کہ مجھے اپنے بھائی کی یہ دعا (اوپر والی) یاد آگئی تھی۔ لیکن کمال ہے ان کرامتیں گھڑنے والوں پر جنہوں نے پیر جیلانی کو بھی وہ حکومت دلانے کی کوشش کردی جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا کی وجہ سے خود نبی اکرمؐ نے بھی اپنے لئے پسند نہ کی!!

(۳) (الاعلام: ۳/۲۱۰)

نہیں مگر یہ تو ان مؤلفین ہی کی کرامت ہے جنہوں نے تستری کو ان کی وفات کے بعد بھی شیخ جیلانی کا دیدار نصیب کروادیا......!!

اس پر طرہ یہ کہ 'قلائد' کے مترجم اور قلائد کا یہ حوالہ اپنی تصنیفات میں پیش کرنے والے عقیدت مند (مثلاً ضیاء اللہ قادری فی 'سیرت غوث الثقلین'، ص ۱۶۴ وغیرہ) بھی مکھی پہ مکھی مارتے چلے جارہے ہیں اور ان 'محققین' کو یہ بھی توفیق نہیں کہ ایسی بے تکی باتوں کو لکھتے وقت ذرا عقل وبصیرت کو بھی استعمال کرلیں!!

❑ شیخ کے حالات وکرامات سے متعلقہ سب سے بنیادی اور جامع کتابوں کی استنادی حیثیت تو خوب واضح ہوچکی ہے اور اب یہ بھی واضح رہے کہ شیخ کی جملہ کرامات میں سے ننانوے فیصد کرامتوں کا تعلق انہی دو کتابوں سے ہے اور انہی دو کتابوں کے ننانوے فیصد واقعات وکرامات محض جھوٹ کا پلندہ ہیں جبکہ شیخ کی کرامتوں پر مبنی دیگر کتابوں کی استنادی حیثیت تو ان سے بھی بدرجہا بدتر ہے بلکہ جو اضافی کرامتیں ان کے علاوہ کتابوں میں موجود ہیں، انہیں 'ہوائی فائر' سے زیادہ کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

اب یہاں یہ سوال باقی ہے کہ اگر شیخ کی ننانوے فیصد کرامتوں کی کوئی اصلیت نہیں تو پھر ایک فیصد کرامتیں جنہیں صحیح کہا جاسکتا ہے، وہ کہاں ہیں؟ تو اس سلسلے میں گزارش ہے کہ انہیں ،تراجم اور سیر ورجال کی کتابوں (مثلاً سیر اعلام النبلاء از ذہبیؒ، الطبقات الکبریٰ از شعرانی وغیرہ) میں سے تلاش کیا جاسکتا ہے۔ البتہ ان کی بھی صحت پر قطعی حکم لگانے سے پہلے ان کی اسناد کی تحقیق ازبس ضروری ہے مگر افسوس کہ شیخ جیلانی پر لکھنے والوں میں سے کسی نے بھی آج تک اس کی زحمت گوارا نہیں کی۔ بلکہ آپ کے عقیدت مندان سنی سنائی کرامتوں کو اس انداز میں پیش کرتے ہیں کہ جیسے یہ شیخ کی کرامتیں نہیں بلکہ ان کے 'مختارِ کل' و 'مالک ملک' ہونے کے نمونے ہیں، حالانکہ یہ حیثیت تو معجزات کے حوالہ سے انبیا کو بھی حاصل نہیں۔ (دیکھئے: سورۃ الاسراء: ۹۰ تا ۹۳)

شیخ کے بعض تفردات

ہمارے ہاں شخصیات پر لکھنے والے عموماً اس بات کا خیال تو رکھتے ہیں کہ مطلوبہ شخصیت کے فضائل ومناقب پر جہاں سے اور جو بھی رطب ویابس ملے، اسے بلاتحقیق سپردِ قلم کردیا جائے۔ مگر اس بات کی طرف توجہ نہیں دی جاتی کہ زیر مطالعہ شخصیت کا غیر جانبدارانہ تجزیہ کرتے ہوئے ان حقائق کو بھی سامنے لایا جائے جو ان کی علمی وفکری لغزشوں پر مشتمل ہو۔ عملی کوتاہیوں سے صرفِ نظر کرنا تو یقیناً مستحسن ہے مگر علمی ونظریاتی لغزشوں کو اس لئے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ کسی کے فضائل ومناقب اور علمی وجاہت سے متاثر ہونے والا شخص اس کی علمی وفکری لغزشوں کو بھی عین حق سمجھ کر اپنا لیتا ہے، اس لئے ایسی چیزوں کی نشاندہی ایک علمی امانت کو آگے منتقل کرنے کے مترادف ہے۔ امانت ودیانت کے انہی تقاضوں کے پیش نظر ذیل میں ہم اس حوالہ سے کچھ بحث کرنے کی جسارت کررہے ہیں۔

شیخ کے عقائد ونظریات کے حوالہ سے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا جو نکتہ نظر ہے وہ تو اوپر بیان ہوچکا، تاہم شیخ الاسلام کے شاگردِ رشید حافظ ذہبیؒ کے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے بارے میں خیالات کچھ اس طرح کے ہیں کہ

"وفي الجملة الشيخ عبدالقادر كبير الشان وعليه مآخذ في بعض أقواله ودعاويه والله الموعد وبعض ذلك مكذوب عليه" (۱)

"حاصل بحث یہ ہے کہ شیخ جیلانی بڑی اونچی شان کے مالک تھے مگر اس کے باوجود ان کے بعض اقوال اور دعوے قابل مؤاخذہ اور محلِ نظر ہیں جنہیں ہم اللہ ہی کے سپرد کرتے ہیں جب کہ بعض تو محض جھوٹ کا پلندہ ہیں جنہیں ان کی طرف منسوب کردیا گیا ہے۔"

شیخ جیلانیؒ کے وہ کون سے خیالات وفرمودات ہیں جو محلِ نظر ہیں، اس کی تفصیل تو حافظ ذہبیؒ نے بیان نہیں فرمائی، تاہم شیخ کی مطبوعہ کتابوں کے مطالعہ سے ممکن ہے کہ ایسی

(۱) [سیر اعلام النبلاء: (۴۵۱/۲۰)]

کئی چیزیں سامنے آ جائیں۔ ویسے بھی انسان ہونے کے ناطے خطا و نسیان ایک فطرتی بات ہے جس سے کسی بشر کو مستثنیٰ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ راقم الحروف نے جب شیخ کی بعض کتابوں کا غیر جانبدارانہ مطالعہ کیا تو شیخ کے بعض ایسے تفردات بھی نظر سے گذرے جن سے اتفاق ممکن نہیں۔ ان میں سے بعض تفردات کی نشاندہی تو راقم نے غنیة الطالبین پر اپنے حواشی میں کر دی ہے۔ جبکہ بعض اہم تفردات کی نشاندہی ذیل میں کی جاتی ہے:

❶ شیخ غنیة الطالبین میں فرماتے ہیں کہ

"قل بسم الله، اسم الذي أجرى الأنهار و أنبت الأشجار، اسم من عَمَّر البلاد بأهل الطاعة من العباد فجعلهم لها أوتادا كالجبال فصارت الأرض بهم لمن عليها كالمهاد فهم الأربعون الأخيار من الأبدال المنزهون الرب عن الشركاء والأنداد وملوك في الدنيا وشفعاء الأنام يوم التناد إذ خلقهم ربي مصلحة للعالم ورحمة للعباد" (۱)

''کہو بسم اللہ، یہ اس ذات کا نام ہے جس نے دریا جاری کیے، درخت پیدا کیے، اپنے اطاعت شعار بندوں کے ساتھ شہر آباد کیے اور ان بندوں کو پہاڑوں کی طرح اوتاد (میخیں، کیل) بنایا، جن کی وجہ سے زمین اپنے باشندوں کے لیے فرش کی طرح ہوگئی۔ یہ چالیس برگزیدہ بندے ہیں جنہیں اَبدال کہا جاتا ہے۔ یہ ابدال اللہ تعالیٰ کے شریکوں کی نفی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی (بیان) کرتے ہیں۔ یہ ابدال دنیا کے بادشاہ اور روزِ قیامت سفارش کرنے والے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کائنات کی تدبیر کرنے اور بندوں پر لطف و کرم کرنے کے لیے پیدا کیا ہے۔'' (۲)

---

(۱) [غنیة الطالبین (ج ۱؍ ص ۲۲۶)]

(۲) [(نیز دیکھئے: الغنیہ مترجم از شمس بریلوی: ص ۲۵۰)]

مذکورہ اقتباس میں اَوتاد واَقطاب وغیرہ کے حوالہ سے شیخ نے جو نکتہ نظر پیش کیا ہے، س کے ظاہری مفہوم کی کوئی ایسی توجیہ جس سے اس کی شرکیہ آمیزش بآسانی دور ہو سکے، سے راقم قاصر ہے، مگر اس بنیاد پر معاذ اللہ شیخ پر کوئی فتویٰ صادر کرنے کی بھی راقم اس لئے جسارت نہیں کر سکتا کہ ائمہ نقاد مثلاً ابن تیمیہؒ، حافظ ذہبیؒ، ابن حجرؒ، ابن رجبؒ وغیرہ نے ایسا نہیں کیا بلکہ اکثر وبیشتر نے شیخ کے اہل السنۃ اور صحیح العقیدہ ہونے کی گواہی دی ہے اور ویسے بھی شیخ جیلانی کے عقائد ونظریات کے حوالے سے ہم یہ ثابت کر آئے ہیں کہ شیخ صحیح العقیدہ مسلمان اور اللہ تعالیٰ کے بہت بڑے ولی تھے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس اقتباس کے بارے میں یہ موقف اپنایا جائے کہ یہ شیخ کی کتاب میں کسی اور نے شامل کر دیا ہوگا اور ویسے بھی یہ بات معقول ہے کہ جب بعض متعصبین نے احادیث وضع کرنے یا کتب احادیث میں تحریف کرنے میں خوف خدا کا لحاظ نہیں رکھا تو شیخ کی کتاب میں ایسی بات کا پیوند لگانے میں یہ خوف ان کے لئے کیسے مانع ہو سکتا تھا۔ یا پھر اس کی کوئی ایسی توجیہ تلاش کرنی چاہئے جس سے اس کا بگاڑ باقی نہ رہے۔ اور اس کی توجیہ یوں بھی کی جاسکتی ہے کہ متقدم صوفیا کے ہاں ابدال واقطاب کی اصطلاحات زہاد وعباد کے محض درجاتِ تفاوت کے لیے مستعمل تھیں، لیکن متاخر صوفیا نے چند موضوع احادیث کی بنا پر غوث، قطب، اَبدال وغیرہ سے وہ اولیا مراد لینے شروع کر دیے کہ جنہیں ان کے زعم باطل میں اللہ تعالیٰ نے کائنات کے مختلف اُمور کا مختار ونگران بنایا ہے۔ حالانکہ یہ نظریہ نہ صرف واقعاتی حقائق کے خلاف ہے بلکہ اسلامی عقائد کے بھی صریح منافی ہے۔ اس لیے قرین قیاس یہی ہے کہ شیخ جیلانی کے ہاں اَبدال واوتاد سے مراد وہی مفہوم تھا جو متقدم صوفیا سمجھتے تھے، نہ کہ وہ جو متاخرین کے ہاں معروف ہو گیا۔ واللہ اعلم!

اس کی مزید تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ شیخ نے اپنی اسی کتاب ''غنیۃ'' میں ان

لوگوں کو ''مفوضہ'' سے منسوب کرتے ہوئے گمراہ قرار دیا ہے جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کائنات کا انتظام وانصرام مخلوق میں سے کسی کے سپرد کر رکھا ہے۔ اس لئے جب شیخ ایسے لوگوں کو گمراہ قرار دے رہے ہیں، تو پھر وہ بذات خود ایسے عقائد ونظریات کیسے اپنا سکتے ہیں؟!

❷ شیخ فرماتے ہیں کہ " ونؤمن بأن الميت يعرف من يزوره إذ اتاه و آكده يوم الجمعة بعد طلوع الفجر قبل طلوع الشمس "[1]

''ہمارا ایمان ہے کہ مردہ کی قبر پر آنے والے کو مردہ پہچانتا ہے۔ جمعہ کے دن طلوع فجر کے بعد طلوع آفتاب تک یہ شناخت اور زیادہ قوی ہوتی ہے۔''[2]

مذکورہ بالا تفرد کی توجیہ یہ ہے کہ شیخ نے بعض ضعیف روایات کی بنا پر یہ بات کہی ہے کیونکہ بعض ضعیف روایات میں یہی بات منقول ہے۔ اس لئے زیادہ سے زیادہ اسے شیخ کی عدم واقفیت پر محمول کیا جائے گا۔ اور یاد رہے کہ شیخ ابن تیمیہؒ سے بھی یہ بات منقول ہے کہ

"ان الميت يعرف من يزوره" (یعنی میت اسے پہچان لیتی ہے جو میت کی زیارت کے لئے (قبرستان) جاتا ہے)[3]

حالانکہ میت کو اس دنیا کے حوالے سے کوئی شعور نہیں ہوتا، تاہم شیخ ابن تیمیہؒ کے اس موقف کی بھی وہی توجیہ کی جائے گی جو شیخ جیلانیؒ کے حوالے سے ہم نے پیش کر دی ہے۔

❸ اللهم إني أتوجه إليک بنبيک عليه سلامک نبي الرحمة يا رسول الله! إني أتوجه بک إلى ربي ليغفر لي ذنوبي اللهم إني أسئالک

---

(۱) (غنية الطالبين: ۱۴۲/۱)

(۲) (الغنية مترجم شمس بریلوی: ص ۱۶۵)

(۳) الفتاوى الكبرى

بحقه أن تغفرلي وترحمني......"(1)

"یا اللہ! میں تیرے نبی علیہ السلام کے وسیلے سے جو نبی الرحمہ تھے، تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔ یا رسول اللہ! میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف رجوع کرتا ہوں کہ وہ میرے گناہ معاف فرمادے۔ یا اللہ! میں تیری نبی کے واسطے سے تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے معاف کردے اور مجھ پر رحم فرما۔"

4. اسی طرح شیخ نے الـغـنـية (ج۱رص ۳۱۷ تا ۳۳۵) میں شہر رجب میں نماز اور روزوں کے بہت سے فضائل ذکر کئے ہیں مگر شیخ نے اس ضمن میں جن روایات سے استشہاد کیا ہے، انہیں اہل علم نے موضوع قرار دیا ہے۔

5. اسی طرح شیخ نے غنية الطالبين (ج۲رص ۲۳۵ تا ۲۶۱) میں ہفتہ کے مختلف دنوں اور راتوں کی بہت سی نفلی نمازوں کا بھی ذکر کیا ہے مگر بطورِ استشہاد جن روایتوں کو شیخ نے پیش کیا ہے، انہیں محدثین نے موضوع قرار دیا ہے۔

علامہ ابن تیمیہؒ کی رائے

شیخ کے مذکورہ تفردات میں سے پہلے دو کی کچھ توجیہ راقم نے پیش کردی ہے تاہم دیگر تفردات کی توجیہ اور تحقیق وتطبیق، میں دیگر غیر جانبدار اہل علم کے سپرد کرتا ہوں لیکن اس گزارش کے ساتھ کہ علمائے سلف اور سچے اولیاء ومشائخ کے حوالہ سے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی اس نصیحت کو بھی مدنظر رکھیں:

"وكثير من مجتهدي السلف قالوا وفعلوا ما هو بدعة ولم يعلموا أنها بدعة إما لأحاديث ضعيفة ظنوها صحيحة وأما الآيات فهموا منها ما لم يرد منها وأما لرأي رأوه وفي المسألة نصوص لم تبلغهم وإذا اتقى الرجل

(1) [(الغنية: ج۱رص ۳۶)]

ربه ما استطاع دخل في قوله تعالى: ﴿رَبَّنَا لاَ تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ أَخْطَأْنَا﴾ وفي الصحيح (مسلم؛ ١٢٦) أن الله قال: قد فعلت"(١)

''سلف صالحین میں سے بہت سے مجتہدین سے بعض ایسے اقوال وافعال مروی ہیں جو بدعت کے زمرے میں شامل ہوتے ہیں۔لیکن ان اہل علم نے انہیں بدعت سمجھ کر اختیار نہیں کیا تھا بلکہ انہوں نے یا تو انہیں ضعیف روایات کی بنا پر یہ سمجھتے ہوئے اختیار کیا تھا کہ یہ روایات صحیح ہیں۔یا پھر انہوں نے بعض آیات سے استنباط کرتے ہوئے ایسا کیا مگر ان کا وہ استنباط درست نہ تھا اور انہیں اس خاص مسئلہ میں بعض نصوص نہ مل سکیں (جن سے ان کی صحیح رہنمائی ہو سکتی تھی)۔بہر حال جب کوئی شخص حتیٰ المقدور اللہ تعالیٰ کے خوف کو دل میں جگہ دے تو پھر وہ اس فرمانِ خداوندی میں شامل ہے:''اے ہمارے ربّ! اگر ہم سے بھول چوک یا خطا سرزد ہو تو ہمارا مؤاخذہ نہ کرنا''اور صحیح مسلم میں ہے کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ جواباً فرماتے ہیں کہ میں نے تمہاری بات قبول کر لی ہے۔''



(١)(مجموع الفتاوىٰ: ١٩/١٩١)

باب 3

شیخ جیلانی کی آڑ میں ایک نیا دین!

❶ شیخ جیلانیؒ کو 'غوثِ اعظم' کہنا

نفسِ مسئلہ پر بحث سے پہلے ضروری ہے کہ لفظ 'غوثِ اعظم' کے معنی ومفہوم پر ذرا غور کرلیا جائے۔ 'غوث' عربی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی ہے 'مدد'۔ اگر اسے مصدر کے طور پر استعمال کیا جائے تو پھر اس کا معنی ہے 'مدد کرنا' البتہ مدد کرنے والے کو 'غائث' (بر وزن فاعل) کہا جائے گا اور مدد مانگنے والے کو 'مستغیث'۔ لیکن اگر مصدر کو بطورِ اسم فاعل استعمال کیا جائے تو پھر 'غوث' مددگار کا معنی ادا کرے گا اور شیخ جیلانی کو غوث کہنے والے اس کا یہی مفہوم مراد لیتے ہیں۔ اسی طرح لفظ 'اعظم' بھی عربی زبان میں بطورِ اسم تفضیل استعمال ہوتا ہے جس کا معنی ہے 'سب سے بڑا'۔ گویا 'غوثِ اعظم' کا معنی ہوا...... 'سب سے بڑا مددگار'

سب سے بڑا مددگار کون ہے؟ یہ سوال اگر آپ ایک عام مسلمان سے بھی کریں گے تو وہ جواباً یہی کہے گا کہ 'اللہ تعالیٰ'...... کیونکہ دین اسلام نے عقیدۂ توحید کے حوالہ سے یہی تعلیم دی ہے کہ اللہ کے سوا اور کوئی مددگار نہیں، نفع ونقصان صرف اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے، صرف وہی مشکل کشا، حاجت روا ہے۔ وہی خالق، رازق (داتا) اور مالک الملک ہے۔

بطورِ مثال چند آیات ملاحظہ فرمائیں:

① ﴿وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ﴾ (آل عمران:۱۲۶)

''اور مدد تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے جو غالب اور حکمتوں والا ہے۔''

② ﴿وَلاَ یَجِدُوْنَ لَهُمْ مِنْ دُوْنِ اللهِ وَلِیًا وَّلاَ نَصِیْرًا﴾ (الاحزاب:۱۸)

''اور وہ اپنے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مددگار اور حمایتی نہیں پائیں گے۔''

③ ﴿وَمَا لَكُمْ مِنْ دُوْنِ اللهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلاَ نَصِیْرٍ﴾ (البقرہ:۱۰۷)

''اور تمہارے لیے اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور مددگار نہیں۔''

④ ﴿وَمَا كَانَ لَهُمْ مِنْ أَوْلِيَاءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِنْ دُوْنِ اللهِ﴾ (الشوریٰ:۴۶)

''ان کے کوئی مددگار نہیں جو اللہ تعالیٰ سے الگ ان کی امداد کر سکیں۔''

⑤ ﴿وَإِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلاَ كَاشِفَ لَهُ إِلاَّ هُوَ وَإِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلاَ رَادَّ لِفَضْلِهِ......﴾ (یونس:۱۰۷)

''اور اگر تمہیں اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچائے تو بجز اس کے اور کوئی اس تکلیف کو دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تمہیں کوئی خیر پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کو بھی کوئی ہٹانے والا نہیں۔''

مندرجہ بالا آیات سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی حقیقی مددگار ہے جبکہ دیگر بہت سی آیات میں نہ صرف غیر اللہ کو پکارنے، اسے مددگار سمجھنے کی نفی کی گئی ہے بلکہ ایسا کرنے والے کو مشرک، ظالم اور عذاب کا مستوجب قرار دیا گیا ہے، مثلاً

① ﴿وَلاَ تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللهِ مَا لاَ يَنْفَعُكَ وَلاَ يَضُرُّكَ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِّنَ الظَّالِمِيْنَ﴾ (یونس:۱۰۶)

''اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کو نہ پکارنا جو تمہیں نہ کوئی فائدہ پہنچا سکے اور نہ کوئی نقصان پھر اگر تم نے ایسے کیا (غیر اللہ کو پکارا) تو تم اس حالت میں ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔''

② ﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوا مِنْ دُوْنِ اللهِ مَنْ لاَّ يَسْتَجِيْبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُوْنَ﴾ (الاحقاف:۵)

''اور اس سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہوگا؟ جو اللہ کے سوا انہیں پکارتا ہے جو تا قیامت اس کی پکار کا جواب نہیں دے سکتے بلکہ وہ تو ان (پکارنے والوں) کی پکار سے بھی بے خبر ہیں!''

③ ﴿فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ﴾ (الشعراء:۲۱۳)

''پس تو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہ پکار کہ تو بھی (ایسا کر کے) سزا پانے والوں میں سے ہو جائے۔''

ایک شبہ کا ازالہ:

کئی سادہ لوح یہاں یہ اعتراض اٹھا دیتے ہیں کہ اگر غیر اللہ (انبیاء و رسل، اولیاء و مشائخ وغیرہ) سے مانگنا شرک ہے تو پھر اولاد، اپنے والدین سے، خاوند اپنی بیوی یا بیوی اپنے خاوند سے، مزدور اپنے مالک، دوست اپنے دوستوں سے اشیائے ضرورت کا مطالبہ کیوں کرتے ہیں؟ اور دنیا میں کوئی انسان بھی ایسا نہیں جو کسی نہ کسی معاملہ میں دوسرے سے مدد وتعاون کا مطالبہ نہ کرتا ہو اور اس طرح تو یہ تمام لوگ مشرک ہوئے......؟

یہاں دراصل ماتحت الاسباب اور مافوق الاسباب کو مختلط کر کے خلطِ مبحث کیا گیا ہے حالانکہ جن کاموں کا تعلق ظاہری اسباب سے ہے، انہیں خود قرآن مجید کی رو سے شرک قرار نہیں دیا جا سکتا اور مذکورہ بالا تمام مثالوں کا تعلق ظاہری اسباب سے ہے جسے دوسرے لفظوں میں ماتحت الاسباب بھی کہا جا سکتا ہے جبکہ غیر اللہ سے استمداد اس وقت شرک کے زمرے میں داخل ہے جب ظاہری اسباب کی عدم موجودگی میں ان سے مدد مانگی جائے، اسے ہی مافوق الاسباب میں شمار کیا جاتا ہے۔ مثلاً کسی زندہ یا فوت شدہ بزرگ سے اگر کوئی اولاد

مانگے تو یہ صریح شرک ہے، اس لئے کہ اس کے پاس اولاد عطا کرنے کے ظاہری اسباب موجود نہیں مگر اولیاو مشائخ اور بالخصوص شیخ جیلانی کو غوثِ اعظم کہنے والے یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کے اختیارات سونپ رکھے ہیں حتیٰ کہ کائنات کی تقدیر بھی انہی کے ہاتھ میں تھما رکھی ہے اور انہیں کُنْ فَیَکُوْنَ کی قدرت سے نواز رکھا ہے! ہمارے اس دعوی پر یقین نہ آئے تو پھر شیخ کی طرف منسوب درج ذیل واقعات کا کیا جواب ہے......

❶ ''شیخ شہاب الدین سہروردیؒ جو سلسلہ سہروردیہ کے امام ہیں، کی والدہ ماجدہ حضور غوث الثقلین کے والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہوتی ہیں اور عرض کرتی ہیں کہ حضور دعا فرمائیں میرے لڑکا پیدا ہو۔ آپ نے لوحِ محفوظ میں دیکھا اور اس میں لڑکی مرقوم تھی۔ آپ نے فرما دیا کہ تیری تقدیر میں لڑکی ہے۔ وہ بی بی یہ سن کر واپس ہوئیں۔ راستہ میں حضور غوثِ اعظم ملے۔ آپ کے استفسار پر انہوں نے سارا ماجرا بیان کیا۔ حضور نے ارشاد فرمایا: جا تیرے لڑکا ہوگا مگر وضع حمل کے وقت لڑکی پیدا ہوئی۔ وہ بی بی بارگاہِ غوثیت میں اس مولود کو لے کر آئیں اور کہنے لگیں: حضور لڑکا مانگوں اور لڑکی ملے؟ فرمایا یہاں تو لاؤ اور کپڑا ہٹا کر ارشاد فرمایا یہ دیکھو تو، یہ لڑکا ہے یا لڑکی؟ دیکھا تو لڑکا تھا اور وہ یہی شہاب الدین سہروردی تھے۔ آپ کے حلیہ مبارک میں ہے کہ آپ کی پستان مثل عورتوں کے تھیں۔''(۱)

اسی واقعہ کے اوپر شیخ جیلانی کے بارے میں یہ شعر لکھا ہے

لوحِ محفوظ میں تثبیت کا حق ہے حاصل　　　　مرد عورت سے بنا دیتے ہیں غوث الاغواث

❷ ''ایک روز ایک عورت حضرت محبوب سبحانی غوث صمدانی شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ النورانی کی بارگاہِ غوثیت کی پناہ میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگی کہ حضور دعا فرمائیں

(۱) [(باغ فردوس معروف بہ گلزار رضوی: ص ۲۶ نیز دیکھئے کرامات غوث اعظم: ص ۸۱)]

کہ اللہ تعالیٰ مجھے اولاد عطا فرمائے۔ آپ نے مراقبہ فرما کر لوحِ محفوظ کا مشاہدہ فرمایا تو پتہ چلا کہ اس عورت کی قسمت میں اولاد نہیں لکھی ہوئی تھی۔ پھر آپ نے بارگاہِ الٰہی میں دو بیٹوں کے لئے دعا کی۔ بارگاہِ الٰہی سے ندا آئی کہ اس کے لئے تو لوحِ محفوظ میں ایک بھی بیٹا نہیں لکھا ہوا۔ آپ نے دو بیٹوں کا سوال کر دیا۔ پھر آپ نے تین بیٹوں کے لئے سوال کیا تو پہلے جیسا جواب ملا پھر آپ نے سات بیٹوں کا سوال کیا تو ندا آئی: اے غوث! اتنا ہی کافی ہے، یہ بھی بشارت ملی کہ اللہ تعالیٰ اس عورت کو سات لڑکے عطا فرمائے گا۔'' (۱)

❸ ''حضرت محبوبِ سبحانی قطبِ ربانی غوث صمدانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ النورانی کا ایک خادم انتقال کر گیا۔ اس کی بیوی آہ وزاری کرتی ہوئی آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگی کہ حضور میرا خاوند زندہ ہونا چاہئے۔ آپ نے مراقبہ فرمایا اور علم باطن سے دیکھا کہ عزرائیل علیہ السلام اس دن کی تمام ارواح قبضہ میں لے کر آسمان کی طرف جا رہا ہے تو آپ نے عزرائیل علیہ السلام سے کہا ٹھہر جائیں اور مجھے میرے فلاں خادم کی روح واپس کر دیں تو عزرائیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ میں ارواح کو حکم الٰہی سے قبض کر کے اس کی بارگاہِ الٰہیہ میں پیش کرتا ہوں تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں اس شخص کی روح تجھے دے دوں جس کو بحکم الٰہی قبض کر چکا ہوں۔ آپ نے اصرار کیا مگر ملک الموت نہ مانے۔ ان کے ایک ہاتھ میں ٹوکری تھی جس میں اس دن کی ارواح مقبوضہ تھیں۔ پس قوتِ محبوبیت سے ٹوکری ان کے ہاتھ سے چھین لی تو ارواح متفرق ہو کر اپنے اپنے بدنوں میں چلی گئیں۔ عزرائیل علیہ السلام نے اپنے ربّ سے مناجات کی اور عرض کیا: الٰہی تو جانتا ہے جو میرے اور تیرے محبوب کے درمیان گزری، اس نے مجھ سے

(۱) [(کرامات غوثِ اعظم از محمد شریف نقشبندی، ص۸۰،۸۱)]

آج کی تمام مقبوضہ ارواح چھین لیں ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوا: اے عزرائیل! بے شک غوثِ اعظم میرا محبوب و مطلوب ہے تو نے اسے اس کے خادم کی روح واپس کیوں نہ دے دی۔ اگر ایک روح واپس دے دیتے تو اتنی روحیں ایک روح کے سبب کیوں واپس جاتیں۔"(۱)

یاد رہے کہ مندرجہ واقعات بھی اسی نوعیت کے ہیں جن کے بارے میں 'ہم شیخ کی کرامات' کے ضمن میں واضح کر آئے ہیں کہ ان کی استنادی حیثیت سخت مجروح اور ناقابل اعتماد ہے۔ اس لئے ان کی عدمِ اثبات پر دلائل کا طومار باندھنے کی بجائے شیخ کے عقیدت مندوں سے صرف اتنی گزارش کرنا مقصود ہے کہ شیخ جیلانی یا کسی بھی ولی، نبی اور رسول کے بارے میں تصرف واختیار کے ایسے عقیدہ کی قرآن وسنت کی مؤحدانہ سچی تعلیمات قطعاً اجازت نہیں دیتیں مگر افسوس ہے کہ ان اندھے عقیدت مندوں پر جو ایسی جھوٹی کرامتوں کی آڑ میں سادہ لوح مسلمانوں کی نہ صرف جیبوں پر بلکہ ان کے دین وایمان پر بھی ڈاکے ڈال رہے ہیں اور پھر ہمیں اس بات پر بھی حیرانی ہے کہ خود شیخ جیلانی کی تعلیمات بھی ایسے غلط نظریات کی نفی کرتی ہیں جنہیں انکے عقیدت مندوں نے ان کی طرف منسوب کر کے عملاً اپنا رکھا ہے۔

---

(۱)] (ایضاً: ص۹۲، ۹۳)]

شیخ جیلانیؒ 'غوث' نہیں ہیں!

گذشتہ سطور میں ہم ثابت کر چکے ہیں کہ شیخ جیلانی کو 'غوثِ اعظم' سمجھنا نہ صرف قرآن وسنت کے خلاف ہے بلکہ خود شیخ کی موحدانہ تعلیمات کے بھی منافی ہے مگر اس کے باوجود آپ کے غالی عقیدت مند آپ کو غوث کہنے ہی پر مصر ہیں بلکہ ان عقیدت مندوں نے غوث، قطب، ابدال کے پس منظر میں دین اسلام کے متوازی ایک الگ دین وضع کر رکھا ہے۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ دنیا میں چار ولی ایسے ہیں جنہیں 'اوتاد' کہا جاتا ہے۔ انہوں نے دنیا کے چاروں کناروں کو تھام رکھا ہے۔(۱)

علاوہ ازیں سات اور ایسے اولیا ہیں جنھوں نے سات آسمانوں میں سے ایک ایک آسمان کا نظام سنبھالا ہوا ہے انہیں 'ابدال' کہا جاتا ہے۔(۲)

چالیس ولی ایسے ہیں جنہوں نے مخلوق کا بوجھ اٹھا رکھا ہے انہیں 'نجبا' کہا جاتا ہے(۳)۔

تین سو ولی ایسے ہیں جو لوگوں کے ساتھ شہروں میں رہتے ہیں۔(ایضاً:۱۱۶)

ان سب پر ایک بڑا ولی ہوتا ہے جسے قطبِ اکبر یا غوثِ اعظم کہا جاتا ہے اور یہ ہمیشہ مکہ مکرمہ میں رہتا ہے۔ جبکہ دنیا میں جو آفت و مصیبت بھی پہنچتی ہے وہ ان سب اولیا سے

(۱) [(اصطلاحات الصوفیہ للکاشانی: ص ۵۸)]

(۲) [('معجم الفاظ الصوفیہ' از ڈاکٹر شرقاوی: ص ۴۲)]

(۳) [(اصطلاحاتِ کاشانی: ص ۱۱۴)]

ہو کر غوث اعظم تک پہنچتی ہے اور وہ اسے دور فرماتے ہیں۔ **نعوذ باللہ من ذلک!**

مندرجہ بالا گمراہانہ عقائد و نظریات اسلام میں کیسے آئے اور ان کی شرعی حیثیت کیا ہے اس کی تفصیل کے لئے مجموع الفتاویٰ (۱۱/۱۶۷، ۴۳۳، ۴۳۸ اور ۲۷/۱۰۳) وغیرہ کو ملاحظہ کیا جائے جہاں اس عقیدے کو شیخ ابن تیمیہؒ نے کفر و شرک سے تعبیر کیا ہے۔ علاوہ ازیں راقم بھی اپنے ایک مضمون التوسل والوسیلۃ مطبوعہ 'محدث' لاہور (ج ۳۴/عدد ۱۲: ص ۲۴ تا ۳۶) میں غوث و ابدال والی روایات کی کمزوری واضح کر چکا ہے۔ تاہم اس وقت صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ شیخ جیلانی جنہیں غوثِ اعظم کہا جاتا ہے، نے ساری زندگی بغداد ہی میں گزار دی، ان کا مولد و مدفن بھی بغداد ہی ہے تو پھر جب غوث کی شرائط ان پر منطبق نہیں ہوتیں تو انہیں غوثِ اعظم کہنا چہ معنی دارد؟ علاوہ ازیں یہاں یہ سوالات بھی پیدا ہوتے ہیں کہ شیخ جیلانی کے بعد آج تک کون کون سے غوث دنیا میں گزرے ہیں؟ اور اس وقت مکہ میں کون صاحب غوث کے مقام پر فائز ہیں؟ یہ ایسے سوالات ہیں جن کا جواب اس عقیدہ کا پرچار کرنے والوں کے پاس بھی نہیں ہے......!

یہاں ہم ایک اور دلخراش حقیت کی بھی نشاندہی کرنا چاہیں گے کہ شیخ جیلانی جن کے بارے میں یہ جھوٹے دعوے کئے جاتے ہیں کہ وہ زندگی ہی میں نہیں بلکہ وفات کے بعد بھی اپنے مریدوں کی دستگیری فرماتے اور دنیا سے مصائب و آفات رفع کرتے ہیں، کی اپنی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ آپ کی وفات کے چند ہی سال بعد ناصر الدین کے وزیر ابوالمظفر جلال الدین عبداللہ بن یونس بغدادی نے آپ کے مکان (روضہ) کو مسمار کر کے آپ کی اولاد کو دربدر کر دیا حتیٰ کہ آپ کی قبر تک کھود ڈالی اور آپ کی ہڈیاں دریائے دجلہ کی لہروں میں پھینک دیں اور کہا کہ "یہ وقف کی زمین ہے، اس میں کسی کا بھی دفن کیا جانا جائز نہیں۔"[1]

دیں اور کہا کہ ''یہ وقف کی زمین ہے، اس میں کسی کا بھی دفن کیا جانا جائز نہیں۔''[1]

اس واقعہ سے چند اہم باتیں معلوم ہوئیں:

① ایک تو یہ کہ شیخ جیلانیؒ کو کائنات میں تصرف کی قدرت نہیں تھی۔ ورنہ آپ اپنی قبر اور لاش کی اس طرح بے حرمتی کو برداشت نہ کرتے ہوئے بروقت اس کا انسداد کرتے۔

② آپ قبر میں زندہ نہیں تھے۔

③ آپ کی بوسیدہ ہڈیاں دریائے دجلہ میں بہادی گئیں، اس لئے اب بغداد میں آپ کے نام کا جو مزار ہے وہ محض فرضی قبر ہے۔

لیکن افسوس ان اندھے عقیدت مندوں پر جنھوں نے اس سے نصیحت حاصل کرنے کے برعکس شیخ کی قبر پر یہ شرکیہ شعر رقم کرر کھے ہیں کہ

با دو شاہی ہار دو عالم شیخ عبد القادر ہست
سرور اولاد آدم شیخ عبد القادر ہست
آف تاب و ماہ تاب و عرش و کرسی و قلم
زیر پائی شیخ عبد القادر ہست

''دونوں جہانوں کے بادشاہ شیخ عبدالقادر ہیں، بنی آدم کے سردار شیخعبد القادر ہیں، شمس وقمر، عرش، کرسی اور قلم (یہ سب) شیخ عبدالقادر کے پاؤں تلے ہیں''۔ل ظھغ

آ"بن کـعوف

---

(۱)[تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو شذرات الذہب (۳۱۳/۴، ۳۱۴)، النجوم الزاہرۃ (۱۴۲/۶) الذیل علی الروضتین لابی شامہ (ص۱۲) خود شیخ کے عقیدت مندوں نے بھی اس واقعہ کو نقل کرکے اس کی صحت کو تسلیم کیا ہے۔ دیکھئے: قلائد الجواہر (ص۲۶۰) اور غوث الثقلین (ص۲۰۳)۔

علاوہ ازیں اگر شیخ جیلانی واقعی غوث تھے تو پھر انہوں نے سقوطِ بغداد کے موقع پر امریکی فوج کے خلاف مظلوم عراقی مسلمانوں کی مدد کیوں نہ کی۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کی بمباری سے شیخ خود اپنے فرضی مزار کو بھی نہ بچا سکے تو پھر آپ دوسروں کی مدد کے لئے کیسے آسکتے ہیں؟

عرصہ دراز تک عراق میں رہائش اختیار کیے رکھنے والے ایک پاکستانی دوست نے بتایا کہ جس قدر شیخ جیلانیؒ کے نام پر پاکستانی عقیدت مند غلو کاریوں کا مظاہرہ کرتے ہیں ،اس کا عشر عشیر بھی بغداد میں دکھائی نہیں دیتا۔ بلکہ وہاں تو ''یا غوث'' کہنا بھی قانوناً جرم ہے!!



❷ یا عبد القادر شیئا للہ اور صلاۃِ غوثیہ کی حقیقت

یہاں اس غلط فہمی کو دور کرنا بھی ضروری ہے جو بعض عقیدت مندوں نے پیدا کر رکھی ہے کہ ''خود شیخ جیلانی نے یہ تعلیم دی تھی کہ مشکلات کے وقت مجھے پکارا کرو میں زندگی میں بھی اور بعد از حیات بھی تا قیامت تمہاری سنتا اور مدد کرتا رہوں گا۔''

اس سلسلہ میں آپ کی طرف جو جھوٹی باتیں منسوب کی جاتی ہیں، ان میں سے بطورِ نمونہ ایک جھوٹ ملاحظہ فرمائیں:

''شیخ نے فرمایا کہ جو کوئی اپنی مصیبت میں مجھ سے مدد چاہے یا مجھ کو پکارے تو میں اس کی مصیبت کو دور کروں گا اور جو کوئی میرے توسل سے خدائے تعالیٰ سے اپنی حاجت روائی چاہے گا تو خدا تعالیٰ اس کی حاجت کو پورا کرے گا۔ جو کوئی دو رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد گیارہ دفعہ سورۃ اخلاص یعنی 'قل ہو اللہ احد' پڑھے اور سلام پھیرنے کے بعد گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھے اور مجھ پر بھی سلام بھیجے اور اس وقت اپنی حاجت کا نام بھی لے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری ہوگی۔ بعض نے بیان کیا ہے کہ دس پانچ قدم جانب مشرق میرے مزار کی طرف چل کر میرا نام لے اور اپنی حاجت کو بیان کرے اور بعض کہتے ہیں کہ مندرجہ ذیل دو شعروں کو بھی پڑھے

(ترجمہ اشعار: ''کیا مجھ کو کچھ تنگدستی پہنچ سکتی ہے جبکہ آپ میرا ذخیرہ ہیں اور کیا دنیا میں مجھ پر ظلم ہو سکتا ہے جبکہ آپ میرے مددگار ہیں۔ بھیڑ کے محافظ پر خصوصاً جبکہ وہ میرا مد

گار ہو، ننگ وناموس کی بات ہے کہ بیابان میں میرے اونٹ کی رسی گم ہو جائے۔)"[1]

،بهجة الأسرار میں ہے کہ

''پھر عراق (بغداد) کی سمت میرا نام لیتا ہوا گیارہ قدم چلے۔''[2]

نقد وتبصرہ

① اول تو یہ واقعہ ان کتابوں سے ماخوذ ہے جن کی استنادی حیثیت کے حوالہ سے ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ وہ قابل اعتماد نہیں ہیں۔

② اگر بالفرض شیخ نے یہ بات خود فرمائی بھی ہو تو تب بھی اس پر عمل اس لئے نہیں کیا جا سکتا کہ یہ قرآن وسنت کے صریح خلاف ہے۔

③ فی الحقیقت یہ بات خود شیخ کی مؤحدانہ تعلیمات کے منافی ہے کیونکہ شیخ تو یہ فرماتے ہیں کہ

"أخلصوا ولا تشركوا وَحّدوا الحق وعن بابه لا تبرحوا سلوه ولا تسئلوا غيره استعينوا به ولا تستيعنوا بغيره توكلوا عليه ولا تتوكلوا على غيره"

''اخلاص پیدا کرو اور شرک نہ کرو، حق تعالیٰ کی توحید کا پرچار کرو اور اس کے دروازے سے منہ نہ موڑو۔ اسی خدا سے سوال کرو، کسی اور سے سوال نہ کرو، اسی سے مدد مانگو، کسی اور سے مدد نہ مانگو، اسی پر توکل واعتماد کرو اور کسی پر توکل نہ کرو۔''[3]

(۱) (قلائد الجواہر، مترجم: ص ۱۹۲)

(۲) (ص ۱۰۲)

(۳) (الفتح الربانی: مجلس ۴۸ص ۱۵۱)

③ شیخ جیلانیؒ کے نام کی گیارہویں

گیارہویں کی حقیقت و اصلیت واضح کرنے سے پہلے سردست یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ 'گیارہویں' کسے کہتے ہیں؟ ضیاء اللہ قادری لکھتے ہیں کہ

''گیارہویں شریف در حقیقت حضرت سرکار محبوب سبحانی، قطب ربانی غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی کی روح پر فتوح کو ایصالِ ثواب کرنا ہے۔''(۱)

اسی طرح خلیل احمد رانا 'گیارہویں کیا ہے؟' میں لکھتے ہیں کہ

''موجودہ دور میں ایصالِ ثواب کے پروگرام مختلف ناموں سے جانے اور پہچانے جاتے ہیں جن میں ایک نام 'گیارہویں شریف' کا بھی آتا ہے۔ حضور غوثِ اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ سے عقیدت و محبت کی وجہ سے ہر اسلامی مہینے کی گیارہویں تاریخ کو مسلمان اکیلے یا اکٹھے ہو کر آپ کی روح کو ایصالِ ثواب کرتے ہیں۔ گیارہ تاریخ کو ایصالِ ثواب کرنے کی وجہ سے اس ایصالِ ثواب کا نام 'گیارہویں' مشہور ہو گیا ہے۔''(۲)

اس کے علاوہ بھی اس کے کئی پس منظر بیان کیے جاتے ہیں بہر حال مذکورہ اقتباسات سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ گیارہویں شیخ جیلانی کی روح کو ایصالِ ثواب کے لئے منائی جاتی

(۱) [غوث الثقلین: ص ۲۱۷]

(۲) [ص: ۴]

ہے۔ تاہم عوام اسے محض ایصالِ ثواب ہی نہیں سمجھتے بلکہ اس سے بھی آگے شیخ کو غوثِ اعظم، مختارِ کل، مشکل کشا، حاجت روا اور بگڑی بنانے والا سمجھتے ہوئے آپ کے نام کی نذر و نیاز کے لئے اس کا اہتمام کرتے ہیں۔ اور نہ صرف یہ کہ ہر سال اس کا اہتمام کیا جاتا ہے بلکہ وقتاً فوقتاً اور بالخصوص ہر ماہ چاند کی گیارہ تاریخ کو بھی ایک عرصہ سے اب اس کا اہتمام کیا جا رہا ہے اور اسے چھوٹی گیارہویں سے جبکہ سالانہ گیارہویں کو بڑی گیارہویں سے موسوم کیا جاتا ہے۔

گیارہویں خواہ ایصالِ ثواب کے لئے ہو یا نذر و نیاز کے لئے بہر دو صورت شرعی اعتبار سے اس کے جواز کی کوئی دلیل نہیں، جیسا کہ مندرجہ تفصیل سے واضح ہے:

نذر و نیاز کی نیت سے گیارہویں

نذر بنیادی طور پر عربی زبان کا لفظ ہے اردو میں اس کا ترجمہ 'منت' اور فارسی میں 'نیاز' کیا جاتا ہے۔ یہ دراصل عبادت کی وہ قسم ہے "جسے کوئی شخص اپنے اوپر لازم کر لیتا ہے۔"(۱)

جیسا کہ مولانا وحید الزمان قاسمی رقم طراز ہیں کہ

"نذر، منت وہ صدقہ یا عبادت وغیرہ جو اللہ کے لئے اپنے اوپر لازم کیا جائے اور اپنے مقصد کی تکمیل پر اسے ادا اور پورا کیا جائے۔"(۲)

اور اس بات میں دو رائے نہیں ہو سکتیں کہ عبادت خواہ وہ کسی بھی نوعیت کی ہو (زبانی، مالی، بدنی)، وہ اللہ کے علاوہ کسی اور کے لئے جائز نہیں اور نذر و نیاز کے بارے میں خود اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کو یہ طریقہ سکھایا:

﴿فَقُولِي إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمَٰنِ صَوْمًا فَلَنْ أُكَلِّمَ الْيَوْمَ إِنسِيًّا﴾ (مریم:۲۶)

(۱)] (فیروز اللغات: ص۱۳۷۹)] (۲)] (القاموس الوحید: ص۱۶۳)]

''تو کہہ دینا کہ میں نے اللہ رحمٰن کے نام کا روزہ مان رکھا ہے کہ میں آج کسی شخص سے بات نہ کروں گی۔''

علاوہ ازیں حضرت مریمؑ کی والدہ کی نذر کا تذکرہ بھی قرآنِ مجید نے اس طرح کیا ہے:

﴿رَبِّ إِنِّيْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِيْ بَطْنِيْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّيْ﴾

''اے میرے رب! میرے پیٹ میں جو کچھ ہے، اسے میں نے تیرے نام آزاد کرنے کی نذر مان رکھی ہے لہٰذا تو میری طرف سے (یہ) قبول فرما۔'' (آلِ عمران: ۳۵)

معلوم ہوا کہ نذر و نیاز اور دیگر عبادات کے لائق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ کفارِ مکہ چونکہ غیر اللہ کے لئے نذر و نیاز کرتے تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے اس فعل کو شرک قرار دیا ہے۔ (دیکھئے المائدۃ: ۱۰۳، الانعام: ۱۳۶) جبکہ ایک صحیح حدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ ایک شخص محض اس وجہ سے جہنم میں داخل کیا گیا کہ اس نے غیر اللہ کے لئے ایک مکھی کا چڑھاوا و نذرانہ پیش کیا تھا۔ (حلیۃ الاولیاء: ۲۰۳/۱) مگر افسوس ان لوگوں پر جو بکروں کے بکرے اور دیگوں کی دیگیں غیر اللہ کی نذر کرنے کے باوجود یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں جہنم کچھ نہ کہے گی۔

علاوہ ازیں یہ بات بھی یاد رہے کہ تمام فقہا نے غیر اللہ کے لئے نذر و نیاز کو حرام قرار دیا ہے۔(۱)

(۱) [مثلاً دیکھئے: الرد المختار علی الدر المختار: ۱۲۸/۲، البحر الرائق: ۲۹۸/۲، فتاویٰ عالمگیری (۲۱۶/۱)]

ایصالِ ثواب کے لئے گیارہویں شریف!

مُردوں کے لئے ایصالِ ثواب کی اصطلاح ہمارے ہاں بڑی معروف ہو چکی ہے۔اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ کوئی بھی نیک عمل کر کے اس کا ثواب خود حاصل کرنے کی بجائے کسی مخصوص میت کو پہنچا دیا جائے۔ بلکہ اس کے لئے یہ لفظ بھی بولے جاتے ہیں کہ ''یا اللہ! ہمارا یہ قرآن پڑھنے، یا صدقہ کرنے کا ثواب فلاں فلاں میت کو پہنچا دے۔''

حالانکہ خیر القرون میں نہ ایسی کوئی اصطلاح کہیں دکھائی دیتی ہے اور نہ ثواب ''بلٹی'' کرنے کا ایسا کوئی طریقہ ان میں رائج تھا۔تاہم یہ بات ضرور ہے کہ بعض نیک اعمال کا ثواب یا فائدہ میت کو ضرور ہوتا ہے۔لیکن اول تو یہ وہی مخصوص اعمال ہیں جن کا شریعت میں تذکرہ موجود ہے،ان کے علاوہ اور کوئی ایسا عمل نہیں کیا جا سکتا جو شریعت سے ثابت نہ ہو۔

اور دوم یہ کہ ان پر ایصال ثواب کا لفظ بولنا مناسب معلوم نہیں ہوتا بلکہ ان کے لئے ''انتفاعِ میت'' کے لفظ زیادہ مناسب اور حقیقت کے ترجمان ہیں۔ کیونکہ بعض چیزوں کا میت کو فائدہ تو ہوتا ہے مگر ثواب نہیں ہوتا۔مثلاً میت کے ذمہ اگر قرض ہو تو اس کی طرف سے کوئی شخص یہ ادا کر دے تو میت کو اس کا فائدہ تو ضرور ہوگا کہ اس کی جواب دہی سے میت کو قیامت کے روز چھٹکارا مل جائے گا۔لیکن اس قرض کی ادائیگی کا ثواب میت کو نہیں بلکہ اس زندہ شخص ہی کو ہوگا جس نے رقم خرچ کی ہے۔علاوہ ازیں یہ بات بھی یاد رہے کہ ائمہ

سلف نے بھی اس سلسلہ میں ایصال ثواب کی بجائے انتفاع میت کے الفاظ کو استعمال کیا ہے۔آئندہ سطور میں مزید تفصیل کے لئے ہم غیر جانبدارانہ طور پر ان تمام صورتوں کی نشاندہی کر دیتے ہیں جن سے میت کو کسی نہ کسی طرح فائدہ اور ثواب پہنچتا ہے۔اور ان صورتوں کا جواز بھی قرآن وحدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے۔مگر یاد رہے کہ ان میں گیارہویں کسی طرح بھی داخل نہیں ہے!!

❶ دعا:

کوئی بھی مسلمان جو توحید وایمان کی حالت میں فوت ہوا ہو اس کے لئے مغفرت کی دعا کی جاسکتی ہے۔جیسا کہ درج ذیل دلائل سے ثابت ہوتا ہے:

❶ **والذین جاؤوا من بعدهم یقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولاتجعل فی قلوبنا غلاللذین امنوا ربنا انک رء وف رحیم** [الحشر۔۱۰]

''اور جولوگ ان (اہل ایمان) کے بعد آئے ،وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ایمان کے ساتھ ہم سے پہلے گزر چکے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لیے کینہ نہ بنا اے ہمارے پروردگار بلاشبہ تو مشفق مہربان ہے۔''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ فوت شدگان کے لئے کوئی بھی مسلمان مغفرت کی دعا کر سکتا ہے۔اسی طرح یہ بات درج ذیل حدیث سے بھی ثابت ہوتی ہے:

❷ **عن عائشةؓ :ان النبی ﷺ کان یخرج الی البقیع فیدعوا لهم فسالته عائشة عن ذلک فقال انی امرت ان ادعولهم** (۱)

---

(۱) [مسند احمد:٦۔٢٥٢]

''عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ جنت البقیع کی طرف نکلا کرتے اور وہاں مدفون مردوں کے لیے دعا کرتے تھے۔حضرت عائشہ ؓ نے آپ سے اس کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: مجھے ان کے لیے دعا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔''

❷ صدقہ جاریہ:

صدقہ جاریہ سے مراد وہ نیک کام ہیں جن کا ثواب آدمی کو وفات کے بعد بھی ملتا رہتا ہے مثلا اللہ کی راہ میں کسی چیز (گھر، ہسپتال، سبیل وغیرہ) کو وقف کر دینا، اور جب تک وہ چیز موجود رہے گی تب تک اسے وقف کرنے والے کو ثواب پہنچتا رہے گا۔اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

حضرت ابوھریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اذامات الانسان انقطع عنه عمله الا من ثلاثة الا من صدقة جارية او علم ينتفع به او ولد صالح يدعو له "(۱)

''جب آدمی مر جاتا ہے تو اس کا عمل اس سے منقطع ہو جاتا ہے مگر تین چیزیں ہیں (جن کا فائدہ اسے مرنے کے بعد بھی ہوتا رہتا ہے) ۱۔صدقہ جاریہ ۲۔علم جس سے نفع حاصل کیا جاتا ہے یا ۳۔نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہے۔''

حضرت ابوھریرہؓ ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ان مما يلحق المؤمن من عمله وحسناته بعد موته علما علمه ونشره وولدا صالحا تركه ومصحفا ورثه اومسجدا بناه او بيتا لابن السبيل بناه او نهرا اجراه اوصدقة اخرجها من ماله فى صحته من بعد موته "(۲)

(۱)[مسلم کتاب الوصیة باب مایلحق الانسان من الثواب بعد وفاته (۱۴۔۱۶۳۱)]

(۲)[ابن ماجہ المقدمہ باب ثواب معلم الناس الخیر (۲۴۲) ابن خزیمہ (۲۴۹۰) شعب الایمان بیھقی (۳۴۴۸) صحیح الجامع الصغیر للالبانیؒ (۲۲۳۱)]

''بلاشبہ مومن آدمی کو اس کے عمل اور نیکیوں سے اس کی موت کے بعد بھی جو فائدہ ملتا رہتا ہے اس میں یہ چیزیں شامل ہیں:

۱۔ ایسا علم جس کی اس نے تعلیم دی اور اسے نشر کیا

۲۔ اور نیک اولاد

۳۔ اور مصحف (قرآن) جو اس نے ورثہ کے لیے چھوڑا۔

۴۔ یا جو اس نے مسجد تعمیر کی

۵۔ یا مسافر خانہ تعمیر کیا

۶۔ یا نہر جاری کی

۷۔ یا اپنی زندگی اور تندرستی میں اپنے مال سے صدقہ نکالا اسے مرنے کے بعد بھی ان کا اجر ملتا رہے گا۔''

③ اللہ کی راہ میں پہرے کی حالت میں فوت ہونے والے کا اجر

یاد رہے کہ اللہ کی راہ (جہاد) میں پہرے کی حالت میں فوت ہونے والے کا اجر بھی تا قیامت جاری کر دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ درج ذیل روایت سے ثابت ہے۔

عن سلمان قال سمعت رسول الله ﷺ :رباط يوم وليلة خير من صيام شهر رمضان وقيامه وان مات جرى عليه عمله الذى كان يعمله واجرى عليه رزقه وامن الفتان "(۱)

''سلمان فارسیؓ نے کہا میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو کہتے ہوئے سنا: اللہ کی راہ میں ایک دن اور ایک رات سرحدوں کا پہرہ دینا ایک مہینے کے روزوں اور قیام سے

(۱)[مسلم کتاب الامارہ باب فضل الرباط فی سبیل اللہ عزوجل (۱۶۳، ۱۹۱۳) مسند ابی عوانہ (۵۔۹۳، ۹۴) نسائی کتاب الجہاد باب فضل الرباط (۶۔۳۹) مشکل الآثار (۳۔۱۰۲) ابن حبان (۴۶۰۴، ۴۶۰۷) طبرانی کبیر ۶۔۳۲۷ (۶۱۷۸) مستدرک حاکم (۲۔۸۰)]

بہتر ہے اور اگر وہ مر گیا اس کا وہ عمل اس پر جاری رہے گا وہ جو کرتا رہا۔ اور اس پر اس کا رزق و بدلہ جاری کر دیا جائے گا اور وہ فتنے سے محفوظ ہوگا۔''

❹ میت کی طرف سے صدقہ:

اگر میت کی اولاد اس کی وفات کے بعد اس کی طرف سے صدقہ کرے تو اس فوت شدہ کو اس کا ثواب پہنچتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے:

ان رجلا قال للنبی ﷺ ان امی افتلتت نفسها و اراها لو تکلمت تصدقت افاتصدق عنها ؟قال نعم تصدق عنها"(۱)

''ایک آدمی نے نبی ﷺ سے کہا کہ میری ماں اچانک فوت ہوگئی ہے۔ میرا خیال ہے اگر وہ مرتے وقت بات کر سکتی تو ضرور صدقہ کرتی۔ کیا میں اس کی طرف سے صدقہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں تو اس کی طرف سے صدقہ کر۔''

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے:

"ان رجلا قال لرسول اللہ ﷺ ان امۃ تو فیت اینفعها ان تصدقت عنها ؟قال نعم قال :فان لی مخرافا فانا اشهد ک انی قس تصدقت به عنها "(۲)

''ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ اس کی ماں فوت ہوگی ہے اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں کیا اسے نفع ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ہاں، تو اس آدمی نے کہا میرا

(۱)[بخاری کتاب الوصایا باب ما یستحب لمن توفی فجاۃ ان یتصدقوا عنہ وقضاء النذور عن المیت (۲۷۶۰، ۱۳۸۸) ابوداؤد کتاب الوصایا (۲۸۸۱) مسلم کتاب الزکاۃ باب وصل ثواب الصدقۃ عن المیت الیہ (۵۱-۱۰۰۴)]

(۲)[بخاری کتاب الوصایا (۲۷۷۰، ۲۷۵۶، ۲۷۶۲) ابوداؤد کتاب الوصایا (۲۸۸۲) ترمذی کتاب الزکاۃ (۶۶۹) نسائی (۳۶۵۷، ۳۶۵۶) بیہقی (۶-۲۷۸)]

ایک پھل دار باغ ہے میں آپ کو گواہ بناتا ہوں میں نے وہ باغ اس کی طرف سے صدقہ کر دیا"

میت کی طرف سے صدقہ کرنے کے حوالہ سے یہ واضح رہے کہ صرف اولاد ہی اپنے والدین کی طرف سے ایصال ثواب کے لئے صدقہ کر سکتی ہے۔ البتہ دیگر افراد کے میت کی طرف سے صدقہ کرنے کی کوئی دلیل نہیں۔ (۱)

❺ میت کی طرف سے حج کرنا:

میت کی طرف سے اگر حج کیا جائے تو میت کا یہ فرض ادا ہو جاتا ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس روایت کرتے ہیں کہ

"ان امرأة من جهينة جاء ت الى النبى ﷺ فقالت :ان امى نذرت ان تحج حتى ماتت افاحج عنها ؟قال نعم ،حجي عنها ارأيت لو كان على امك دين اكنت قاضيته؟اقضو االله فالله احق بالوفاء "(۲)

"جہینہ قبیلے کی ایک عورت نبی اکرم ﷺ کے پاس آئی۔ اس نے کہا: میری ماں نے حج کی نذر مانی تھی یہاں تک کہ وہ فوت ہوگئی ہے اس نے حج نہیں کیا۔ کیا میں اس کی طرف سے حج کروں؟ آپ نے فرمایا: ہاں تو اس کی طرف سے حج کر۔ (پھر آپؐ نے اس سے پوچھا کہ) بتاؤ! تمہاری ماں پر اگر قرض ہوتا تو کیا تم ادا نہ کرتی؟ (جس طرح قرض بندوں کا حق ہے اور اسے ادا کرنا ضروری ہے اسی طرح) اللہ کا حق ادا کرو۔ اللہ وفا کا زیادہ حقدار ہے۔"

---

(۱)[تفصیل کے لئے دیکھئے: (نیل الاوطار:۳/۱۰۵)]

(۲)[بخاری کتاب جزاء الصید باب الحج والنذور عن المیت (۱۸۵۲) نسائی کتاب المناسک (۲۶۳۱،۲۶۳۲) مسند احمد (۱۔۲۳۹،۲۷۹،۳۴۵)]

میت کی طرف سے قربانی

اس مسئلہ میں اہل علم کا اختلاف ہے بعض اہل علم تو حج پر قیاس کرتے ہوئے اسے جائز قرار دیتے ہیں جبکہ بعض اس کے جواز کے قائل نہیں۔

⑥ میت کی طرف سے روزوں کی ادائیگی:

اگر میت کے ذمہ نذر کے روزے رہ جائیں تو اس کے اولیا اس کی طرف سے یہ روزے رکھ سکتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"من مات وعليه صيام صام عنه وليه "(١)

''جو آدمی مر جائے اور اس کے ذمے روزے ہوں تو اس کی جانب سے اس کا ولی روزہ رکھے۔''

عبداللہ بن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ

"جآء ت امرأة الى رسول الله ﷺ فقالت يارسول الله ان امي ماتت وعليها صوم نذر افاصوم عنها قال :ارأيت لو كان على امك دين فقجيته اكان يؤدى ذلك عنها ؟فقالت نعم ،قال :فصومى عن امك "(٢)

''ایک عورت نبی اکرم ﷺ کے پاس آئی۔ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول میری ماں فوت ہوگئی ہے اور اس کے ذمے نذر کے روزے ہیں کیا میں اس کی طرف سے روزے

---

(١)[بخاری کتاب الصوم باب من مات وعلیہ صوم (١٩٥٢) مسلم کتاب الصیام باب قضاء الصیام عن المیت (١٥٣) ابو داؤد کتاب الصیام باب فیمن مات وعلیہ صیام (٢٤٠٠) بیہقی (٦_٢٧٩) مسند احمد (٦_٦٩)]

(٢)[مسلم کتاب الصیام باب قضاء الصیام عن المیت (١١٤٨،١٥٦) بخاری کتاب الصوم باب من مات وعلیہ صوم (١٩٥٣)]

رکھوں۔آپ نے فرمایا: مجھے بتاؤ اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو تُو اسے ادا کرتی ؟اس نے کہا جی ہاں!: آپؐ نے فرمایا کہ تو اپنی ماں کی طرف سے روزے رکھ۔''

عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ

'''ان سعد بن عبادةؓ استفتىٰ رسول الله :فقال ان امي ماتت وعليها نذر فقال اقضه عنها ''[1]

''سعد بن عبادہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: میری والدہ فوت ہوگئی ہیں ان کے ذمہ نذر ہے۔آپ نے فرمایا: اس کی طرف سے نذر کو پورا کر۔''

اسی طرح عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے:

''اذا مرض الرجل في رمضان ثم مات ولم يصم اطعم عنه ولم يكن عليه قضاء وان كان عليه نذر قضى عنه وليه ''[2]

''جب کوئی آدمی رمضان میں مریض ہونے کے بعد مرجائے اور اس نے روزے نہ رکھے ہوں، تو اس کی طرف سے کھانا (فدیئے میں) دیا جائے اور اس کی طرف سے قضا نہیں اور اگر اس پر نذر کے روزے ہوں، تو اس کی طرف سے اس کا ولی ان کی قضائی دے۔''

البتہ اولیا کے علاوہ دیگر افراد کے لئے ایسا کرنا قرآن وحدیث سے ثابت نہیں۔ واضح رہے کہ میت کے متروکہ فرضی (یعنی رمضان کے) روزے رکھنے کے بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔بعض تو نذر کی طرح اس کے بھی جواز کے قائل ہیں جبکہ بعض اہل علم

(۱)[بخاری کتاب الوصایا(۲۷۶۱) مسلم کتاب النذر باب الامر بقضاء النذر (۱۶۳۸۔۱) ابوداؤد کتاب الایمان والنذور باب فی قضاء النذر عن المیت (۳۳۰۷) ترمذی کتاب النذور والایمان (۱۵۴۶) نسائی کتاب الوصایا (۳۶۶۴،۳۶۶۲) ابن ماجہ کتاب الکفارات (۲۱۳۲)]

(۲)[ابوداؤد کتاب الصیام: باب فیمن مات وعلیہ صیام (۲۴۰۱) المحلی (۷۔۷)]

کا خیال ہے کہ صرف نذر کے روزے جائز ہیں تاہم میت کے متروکہ رمضان کے روزوں کی جگہ فدیہ ادا کیا جائے مگر یہ روزے نہ رکھے جائیں۔ (1)

● میت کی طرف سے قرض کی ادائیگی:

میت کے ذمہ اگر قرض ہو تو اس کی طرف سے کوئی بھی دوسرا شخص میت کا یہ قرض ادا کرسکتا ہے۔ خواہ میت کا ولی کرے یا کوئی اور شخص۔ جیسا کہ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ

''ایک آدمی فوت ہوگیا۔ ہم نے اسے غسل دے کر کفن پہنا دیا، اسے خوشبو لگائی اور جنازہ گاہ میں رکھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کو نماز جنازہ کی اطلاع دی۔ آپ تشریف لائے اور فرمایا: شاید تمہارے ساتھی کے ذمے قرض کی ادائیگی ہے؟ صحابہ کرامؓ نے کہا ہاں! دو دینار اس پر قرض ہے۔ آپ پیچھے ہٹ گئے اور فرمایا اپنے ساتھی کا جنازہ تم خود ہی پڑھ لو۔ ابوقتادہؓ نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ میں اس کی ادائیگی کردوں گا۔ رسول اللہ ﷺ فرمانے لگے: وہ دو دینار تجھ پر تیرے مال سے ادا کرنا پھر فرض ہے اور میت ان سے بری ہے۔ نبی اکرم ﷺ ابوقتادہؓ سے ملے اور ان سے پوچھا کہ تم نے دو دیناروں کا کیا کیا؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ وہ تو ابھی کل فوت ہوا ہے (اس لئے ابھی میں نے وہ قرض ادا نہیں کیا)۔ پھر آپ دوبارہ ملے تو یہی بات پوچھی۔ ابوقتادہؓ نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے وہ قرض ادا کر دیا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: اب اس پر اس کی جلد ٹھنڈی ہوگئی (یعنی قرض کی ادائیگی سے اس پر سے سختی اٹھ گئی)''۔ (2)

(1) [تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: تہذیب السنن (۳/۸۲، ۲/۲۸۹)]

(2) [مستدرک حاکم (۲۔۵۸) بیہقی (۶۔۷۴، ۷۵) مسند طیالسی (۱۶۷۳) مسند احمد (۳۔۳۳۰) مجمع الزوائد (۳۔۳۹)] تفصیل کے لئے دیکھئے: مسند احمد: ۳/۳۳۰، حاکم: ۲/۵۸، بیہقی: ۶/۷۴

8 نیک اولاد

نیک اولاد کے ہر نیک عمل کا ثواب قدرتی طور پر موحد والدین کو بھی پہنچتا رہے گا۔

9 نفع بخش علم

نفع بخش علم (خواہ شاگردوں کی صورت میں ہو یا کتابوں اور مدرسہ وغیرہ کی شکل میں) اس کا ثواب بھی مرنے کے بعد میت کو پہنچتا رہتا ہے۔

ان دونوں صورتوں کی دلیل درج ذیل ہے:

حضرت ابوھریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اذامات الانسان انقطع عنه عمله الا من ثلاثة الا من صدقة جارية او علم ينتفع به او ولد صالح يدعو له "(1)

"جب آدمی مرجاتا ہے تو اس کا عمل اس سے منقطع ہو جاتا ہے مگر تین چیزیں ہیں (جن کا فائدہ اسے مرنے کے بعد بھی ہوتا رہتا ہے) ۱۔صدقہ جاریہ ۲۔علم جس سے نفع حاصل کیا جاتا ہے یا ۳۔نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہے۔"

مندرجہ بالا سطور میں قرآن وحدیث کی روشنی میں وہ تمام صورتیں ذکر کردی گئی ہیں جن کا فائدہ کسی نہ کسی طرح میت کو پہنچتا ہے، البتہ اس کے علاوہ ایصالِ ثواب کے دیگر طریقے مثلاً قل، تیجہ، ساتواں، چالیسواں، قرآن خوانی اور گیارہویں وغیرہ سب بدعتی اُمور ہیں جن کا قرآن وحدیث سے کوئی تعلق نہیں۔ لہٰذا گیارہویں سمیت ان تمام امور سے ازبس اجتناب ضروری ہے۔

امام العز بن عبدالسلام:

امام العز بن عبدالسلامؒ نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا:

(۱) [مسلم کتاب الوصیة باب مایلحق الانسان من الثواب بعد وفاته (۱۴۔۱۶۳۱)]

"ومن فعل طاعة لله تعالیٰ ثم اهدی ثوابها الی حی او میت لم ینتقل ثوابها الیه اذ (لیس للانسان الا ما سعی)فان شرع فی الطاعة ناویا ان یقع عن ا لمیت لم یقع عنه الا فیما استثنا ه الشرع کالصدقة والصوم والحج "(١)

"جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا کوئی کام کیا پھر اس نے اس کا ثواب کسی زندہ یا مردہ کو بخشا تو اللہ کی اطاعت کا ثواب اسے نہیں پہنچے گا کیونکہ قرآن میں ہے:(انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کی اس نے کوشش کی)اگر کسی اطاعت کی ابتداء اس نیت سے کی کہ اس کا ثواب فلاں میت کو مل جائے تو یہ میت کی طرف سے واقع نہیں ہوگی ۔ہاں وہ چیزیں میت کی طرف سے واقع ہوں گی جنہیں شریعت نے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔جیسے صدقہ ،روزہ،حج وغیرہ"

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

"لم یکن من عادة السلف اذا صلو ا تطوعا وصامو ا وحجو ا وقرؤا القرآن انهم کانو یهدون ثوابهم الی الاموات انما کانو یدعون لهم ویستغفرون لهم فلاینبغی للناس ان یعدلو عن الطریق السلف فانه افضل واکمل "(١)

"سلف صالحین کی یہ عادت نہیں تھی کہ وہ نفلی نماز پڑھنے روزہ رکھنے اور قرآن کی تلاوت کرنے کے بعد اس کا ثواب میت کو پہنچاتے ہوں (جس طرح کہ ہمارے ہاں معمول بنالیا گیا ہے!)وہ تو ان کے حق میں دعا کرتے اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے بخشش

(١)[کتاب الجنائز للشیخ البانی حفظہ اللہ تعالیٰ ص ١٧٤]

(٢)[فتاویٰ ابن تیمیہ ج ٢٤،٢٢٣]

طلب کیا کرتے تھے۔ اس لئے لوگوں کے لئے یہ بات جائز نہیں کہ وہ سلف کا طریقہ چھوڑ دیں کیونکہ سلف ہی کا طریقہ افضل اور زیادہ کامل ہے۔“



④ سلسلہ قادریہ (اور دیگر سلاسل) کی شرعی حیثیت

صوفیا نے عبادت و ریاضت اور تقرب الٰہی کے لئے کچھ سلسلے وضع کر رکھے ہیں جن میں چار سلسلے خصوصی طور پر معروف ہوئے:

① سلسلہ قادریہ: یہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی طرف منسوب ہے۔

② سلسلہ سہروردیہ: یہ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی کی طرف منسوب ہے۔

③ سلسلہ چشتیہ: یہ خواجہ معین الدین چشتی کی طرف منسوب ہے۔

④ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ: یہ بہاؤالدین محمد نقشبندی کی طرف منسوب ہے۔

پہلے کے سوا باقی تینوں سلسلوں کو سلسلۂ قادریہ کا مرہونِ منت قرار دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ بالواسطہ یا بلاواسطہ ان تینوں سلسلوں کے بانی شیخ جیلانی ہی تھے۔ اور ویسے بھی شیخ کے بارے میں ایسی جھوٹی باتیں منسوب ہیں کہ شیخ تمام ولیوں کے سردار تھے۔ بلکہ شیخ کی طرف یہ بات بھی منسوب کی گئی ہے کہ آپ کہا کرتے تھے کہ

"قدمَيّ هذه على رقبة كل ولي الله"

''میرا یاؤں ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔''

بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہاں تک دعویٰ کیا گیا ہے کہ شیخ کو خود آنحضرتؐ نے 'خرقہ' (صوفیا کا مخصوص زاہدانہ لباس) پہنا کر اس عالی شان مقامِ ولایت پر فائز فرمایا تھا اور آپ کی ولایت کا یہ مقام تھا کہ حضرت خضر سمیت تمام انبیاء کرام اور صحابہ کرام بھی آپ کی مجلس میں شرکت کی سعادت سے بہرہ مند ہوا کرتے تھے۔

یہ تمام باتیں بهجة الأسرار اور قلائد الجواهر جیسی اُن غیر معتبر کتابوں میں

موجود ہیں جن کی استنادی حیثیت ہم خوب واضح کر چکے ہیں۔تاہم دورِ حاضر میں عملی طور پر ان سلاسل سے وابستہ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ کسی سلسلہ میں داخل ہوئے بغیر اور کسی پیرومرشد کو پکڑے بغیر نجات مشکل ہے اور بیعت کر کے کسی سلسلہ میں محض داخل ہو جانا ہی نجات کے لئے کافی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ان سلسلوں میں داخل کرنے والے اب خود ہی ایسے گمراہانہ عقائد کا شکار ہیں کہ الامان والحفیظ......! بلکہ وہ اپنے مریدوں کو بھی اس طرح کی تعلیم دیتے ہیں جو قرآن وسنت کے صریح مخالف ہے۔حتیٰ کہ بعض نام نہاد پیرومشائخ تو یہاں تک کہہ گئے ہیں کہ اگر تم اپنے شیخ کو خلافِ شرع حالت میں بھی دیکھوتو شیخ کے بارے میں بدگمانی کی بجائے یہی سمجھو کہ تمہیں دیکھنے، سننے اور سمجھنے میں غلطی لگی ہے......!!

البتہ شیخ عبدالقادر جیلانی اور ان کے مابعد کے اَدوار میں جب ایسے سلسلوں کی بنیاد پڑی تھی تو اس وقت صورتحال اس کے بالکل برعکس تھی۔اس دور میں سرکاری طور پر اسلام نافذ العمل تھا، جہاد جاری تھا اور کفر وشرک ہر طرف سرنگوں تھا، البتہ روحانی طور پر مسلمانوں میں کمیاں، کوتاہیاں پائی جاتی تھیں اور زہد وتقویٰ کی بجائے عیش وعشرت اور خواہش پرستی کی وبا چہار سو پھیلتی جارہی تھی جس کے آگے بند باندھنے اور روحانیت کو زندہ کرنے کے لئے اولیا نے میدانِ عمل میں قدم رکھا۔تزکیۂ نفس اور تعلیم وتربیت کے ادارے قائم کئے اور قرآن وسنت کی تعلیمات کے مطابق زہد وتقویٰ کے دیے جلائے۔اُس دور میں شیخ جیلانی سمیت اکثر وبیشتر زہاد وصوفیا کے کم از کم عقائد درست رہے تاہم عملی طور پر بعض مسائل میں یہ بھی غلو اور افراط کا شکار ہوتے گئے۔جن میں سے ایک یہ مسئلہ بھی تھا کہ اولیا، ومشائخ کے پاس ہر شخص کا حاضر ہو کر 'سلوک' کی منزلیں طے کرنا فرض ہے جیسا کہ شیخ جیلانی خود رقم طراز ہیں کہ

"فلابد لكل مريد الله عزوجل من شيخ"(۱)

''ہر مرید کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنا ایک شیخ (پیر) لازم پکڑے۔''

پھر جب مرید سلوک کی منازل طے کر کے شیخ و مرشد کے درجے پر پہنچ جاتا تو اسے ایک مخصوص قسم کا موٹا لباس جسے 'خرقہ' کہا جاتا، پہنا دیا جاتا اور یہ اس بات کی علامت سمجھا جاتا کہ اب یہ شخص مریدوں کی تربیت کرنے کے لائق ہو چکا ہے اور اسے تزکیۂ نفس کے لئے کسی اور علاقے میں بھیج دیا جاتا۔ یہ طریقہ چونکہ قرآن وسنت سے ثابت نہیں تھا، اس لئے ائمہ محققین نے اس کی بھرپور تردید کی۔ بطورِ مثال شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا ایک اقتباس درج کیا جاتا ہے۔ شیخ الاسلام رقم طراز ہیں کہ

"وأما لباس الخرقة التي يلبسها بعض المشائخ المريدين فهذه ليس لها أصل يدل عليها الدلائل المعتبرة من جهة الكتاب والسنة ولا كان المشائخ المتقدمون وأكثر المتأخرين يلبسونها المريدين......."(۲)

''مریدوں کو 'خرقہ' پہنانے کی رسم جسے بعض مشائخ ادا کرتے ہیں، یہ سراسر بے بنیاد ہے۔ کتاب وسنت کے معتبر دلائل میں اس کا کوئی وجود نہیں۔ متقدم مشائخ بلکہ اکثر متاخر مشائخ بھی ایسا کوئی کام نہیں کیا کرتے تھے۔ البتہ متاخرین میں ایک طبقہ ایسا پیدا ہو گیا تھا جو اسے نہ صرف جائز بلکہ مستحب سمجھتا تھا......''

پھر شیخ الاسلام اس ضمن میں پیش کئے جانے والے دلائل کی کمزوری واضح کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ''رہی یہ بات کہ کوئی گروہ اپنے آپ کو کسی خاص شخص کی طرف منسوب کرے، تو اس سلسلہ میں گذارش ہے کہ ایمان وقرآن سیکھنے کے لئے لوگ یقیناً ان

(۱)[(الغنیۃ:۲/۲۸۱)]

(۲)[(مجموع الفتاوی: ج۱۱ص۵۱۱، ۵۱۲)]

علما کے محتاج ہیں جو انہیں اس کی تعلیم دیں مثلاً جس طرح صحابہ کرامؓ نے نبی اکرم ﷺ سے پھر صحابہ سے تابعین نے اور ان سے تبع تابعین وغیرہ نے علم حاصل کیا۔ علاوہ ازیں جس طرح کسی عالم سے کوئی شخص قرآنِ مجید وغیرہ کی تعلیم حاصل کرتا ہے، اسی طرح اس سے ظاہر و باطن (تزکیۂ نفس) کی بھی تعلیم حاصل کرتا ہے۔ لیکن اس کے لئے کسی عالم (شیخ، ولی، پیر وغیرہ) کو متعین نہیں کرنا چاہئے اور نہ ہی انسان اس بات کا محتاج ہے کہ وہ لازماً اپنے آپ کو کسی متعین شیخ کی طرف منسوب کرے بلکہ ہر وہ شخص جس کے ذریعے اسے کوئی دینی فائدہ پہنچے، وہ اس فائدہ پہنچانے میں اس کا شیخ ہی ہے۔ بلکہ اگر کسی فوت شدہ انسان کا کوئی ایسا قول یا عمل اسے پہنچے جس سے اسے دینی اعتبار سے فائدہ ہو تو وہ فوت شدہ شخص بھی اس جہت سے اس کا شیخ ہے۔ اس لئے امت کے سلف صالحین نسل در نسل خلف (بعد والوں) کے لئے شیوخ ہی متصور ہوں گے۔

اسی طرح کسی کے لئے یہ بھی جائز نہیں کہ وہ کسی ایسے شیخ کی طرف نسبت کرے جو صرف اپنی پیروی (بیعت) کرنے والے سے دوستی اور دوسروں (بیعت نہ کرنے والوں) سے دشمنی رکھتا ہو بلکہ انسان کو چاہئے کہ ہر اس شخص سے جو اہلِ ایمان ہے اور ہر اس شیخ، عالم وغیرہ جس کا زہد و تقویٰ معروف ہے، سے دوستی رکھے اور اس کے باوجود خصوصی دوستی کے لئے کسی ایک (شیخ) کو خاص نہ کرے، اِلا کہ اس کا خصوصی تقویٰ اور ایمان اس کے لئے ظاہر ہو، اور اپنی ترجیحات میں صرف اسے مقدم رکھے جسے اللہ اور اس کا رسول (یعنی قرآن و حدیث) مقدم کریں اور اسے ہی افضلیت دے جسے اللہ اور اس کے رسول (قرآن و حدیث) فضیلت سے نوازیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿يَـٰٓأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّأُنْثٰى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ أَتْقَاكُمْ﴾ (الحجرات:۱۳)

''اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک (ہی) مرد وعورت سے پیدا کیا ہے اور تمہیں کنبے اور قبیلے اس لیے بنا دیا تا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو۔ بلا شبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم سب میں سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔''

اور ارشادِ نبوی ہے کہ **"لا فضل لعربي على عجمي ولا لعجمي على عربي ولا أسود على أبيض ولا أبيض على أسود إلا بالتقوىٰ"**

''کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عرب پر اور کسی سیاہ کو کسی سفید پر یا کسی سفید کو کسی سیاہ پر سوائے تقویٰ کے اور (کسی لحاظ سے بھی) کوئی فضیلت و مرتبہ حاصل نہیں ہے۔''



باب 4

خلاصۂ بحث اور اہم نکات



خلاصۂ بحث

(۱) شیخ عبدالقادر جیلانی انتہائی متقی، دیندار، عالم باعمل اور اللہ کے ولی تھے۔

(۲) شیخ ۴۷۱ھ (یا ۴۷۰ھ) کو بغداد کیقریب (جیلان، کیلان) میں پیدا ہوئے اور وہیں عمر بھر دینی واصلاحی خدمات انجام دینے کے بعد ۵۶۱ھ کو فوت ہو کر دفن ہوئے۔

(۳) غنیة الطالبین، فتوح الغیب اور الفتح الربانی آپ کی تصانیف ہیں جبکہ ان کے علاوہ دیگر کتابیں جنہیں آپ کی تصانیف میں شامل کیا جاتا ہے، انکی کوئی دلیل نہیں۔

(۴) شیخ عقائد ونظریات کے حوالہ سے صحیح العقیدہ مسلمان تھے۔

(۵) شیخ نے اپنے متبعین کو طریقت و باطنیت کی بجائے قرآن وسنت پر مبنی شریعت کی تعلیمات سے روشناس کرایا۔

(۶) شیخ فقہی مسائل میں حنبلی المسلک تھے مگر قرآن وسنت کے خلاف امام کی رائے پر ڈٹے رہنے کے قائل نہ تھے۔

(۷) جن لوگوں نے شیخ کو 'حنفی' قرار دینے کی کوشش کی ہے، انہوں نے محض کذب بیان سے کام لیا ہے۔

(۸) شیخ جیلانی ان معنوں میں صوفی تھے کہ آپ زاہد تھے، ورنہ متاخر صوفیا کی طرح وحدت الوجود اور حلول وغیرہ جیسے گمراہانہ عقائد آپ میں نہیں پائے جاتے بلکہ آپ ایسے نظریات کی تردید کرنے والے تھے۔

(۹) بشر ہونے کے ناطے شیخ بھی بعض تفردات کا شکار ہوئے جن میں زہد وتقویٰ میں غلو ومبالغہ سرفہرست ہے۔

(۱۰) شیخ کی بہت سی کرامتیں زبان زدِ عام ہیں لیکن ان میں سے ننانوے فیصد غیر مستند اور جھوٹ کا پلندہ ہیں جنہیں عقیدت مندوں نے وضع کر رکھا ہے۔

(۱۱) آپ کی طرف منسوب سلسلہ قادریہ اور دیگر سلاسل جو اگرچہ تعلیم وتعلّم اور تزکیۂ نفس کی خاطر شروع ہوئے اور رفتہ رفتہ غلط عقائد کی آمیزش سے دین وشریعت کے متوازی آ گئے، سراسر محل نظر ہیں بلکہ اب تو ان میں شمولیت سے بہرصورت اجتناب کرنا چاہئے۔

(۱۲) شیخ جیلانی کو 'غوثِ اعظم' کہنا نہ صرف اللہ وحدہٗ لاشریک کی (معاذ اللہ) اہانت ہے بلکہ خود شیخ کی موحدانہ تعلیمات کے بھی سراسر منافی ہے۔

(۱۳) صلاۃِ غوثیہ اور یا عبد القادر شیئا للہ کہنا نہ صرف یہ کہ شیخ جیلانی کی تعلیمات سے بھی ثابت نہیں بلکہ یہ صریح کفر وشرک ہے!!

(۱۴) شیخ جیلانی کے نام کی گیارہویں اگر بطورِ نذر ونیاز ہو تو صریح شرک ہے اور اگر محض ایصالِ ثواب کے لئے ہو تو واضح بدعت ہے۔

(۱۵) اولیاء ومشائخ کی صرف انہی تعلیمات سے استفادہ کرنا چاہیے جو قرآن وسنت (شریعت) کے موافق ہوں جب کہ ان کی ایسی باتیں جو انہوں نے فی الواقع کہی ہوں یا محض ان کی طرف بعد والوں نے منسوب کر دی ہوں، انہیں لائق اعتماد نہیں سمجھنا چاہیے جو قرآن وسنت کے صریح منافی ہوں اور خود اولیاء وائمہ کرام کا بھی یہی نکتہ نظر تھا کہ ''اگر ہمارا کوئی قول وفعل قرآن وسنت کے منافی ہو تو اسے درخور اعتنا نہ سمجھا جائے''!



غوث قطب اور ابدال کا عقیدہ رکھنا کفر اور شرک ہے!!

مشرکین مکہ

مکہ کے مشرک نہایت ضدی اور ہٹ دھرم تھے۔اپنے آباؤ اجداد کی رسومات پر جان دینے سے دریغ نہیں کرتے تھے۔وہ بتوں کے پجاری اور بت تراش تھے،ہر گھر میں بت موجود تھے حتی کہ خانۂ خدا جیسا مقدس مقام بھی ان بتوں کی پلیدی سے محفوظ نہ تھا۔ان کے عقائد باطلہ اور آراء فاسدہ کا قرآن کریم نے جا بجا ذکر کیا ہے۔لیکن ساتھ یہ بھی ذکر کیا ہے کہ وہ جب کسی مصیبت میں پھنس جاتے تو صرف اللہ واحد لاشریک کو پکارتے اور کہتے:

الٰہی! ہمیں اس مصیبت سے نجات دلا۔بس پھر ہم تیرے شکر گزار بندے بن جائیں گے۔"

مگر جب ان کی مصیبت رفع ہو جاتی تو اللہ کی کرم نوازی بھلا کر اپنے بتوں کی طرف رجوع کرتے اور کہتے یہ سب کچھ ان کے طفیل ہوا ہے۔چنانچہ قرآن کریم اس بات کا شاہد ہے کہ جب وہ کشتی میں سوار ہوتے اور کشتی کو چاروں اطراف سے موجیں گھیر لیتیں تو پھر وہ سب کچھ بھول جایا کرتے۔۔۔۔۔پھر اللہ یاد آتا۔۔۔۔۔اور اسے ہی وہ پکارتے:

لئن انجیتنا من هذه لنکونن من الشکرین (یونس)

"(یااللہ!) اگر تو ہمیں اس مصیبت سے نجات دیدے تو پھر ہم تیرے شکر گزار بندے بن جائیں گے۔"

لیکن جب کشتی ساحل سلامتی پر پہنچتی تو پھر اللہ کے آستانہ کو چھوڑ کر اوروں کے درودیوار کے سامنے سر جھکاتے۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ان کی اس روش سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا:

"فاذا رکبو فی الفلک دعوا اللہ مخلصین لہ الدین فلما نجھم الی البر اذاھم یشرکون "(العنکبوت)

''جب وہ (مشرک) کشتی میں سوار ہوتے تو صرف اللہ کو پکارتے اور دین، خالص اسی کا سمجھتے۔ لیکن جب (اللہ تعالیٰ) ان کی کشتی ساحل سمندر پر پہنچا کر نجات دیتا تو پھر شرک کرتے'' (یعنی کہتے کہ ہم نے فلاں بزرگ یا فلاں بت کی طفیل نجات پائی)

دورحاضر کے مشرکین

مگر ہمارے زمانہ کے مشرکوں کا حال یہ ہے کہ جب کسی مصیبت میں مبتلا ہوتے ہیں تو اللہ کی بارگاہ میں دست دعا پھیلانے اور **اغثنی یااللہ ،یاحی یاقیوم برحمتک استغیث وغیرہ**.... وظائف اور دعائیں کرنے کے بجائے **صلوۃ مکتوبہ** کے بعد **صلوۃ غوثیہ** کا اہتمام کرتے ہیں جو قبلہ رخ ہونے کے بجائے، بجانب شمال منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ یہ نماز شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے نام کی پڑھتے ہیں۔ حالانکہ پیر صاحب نے یہ نماز نہ خود ہی پڑھی اور نہ اپنی کتاب ''غنیۃ الطالبین'' اور نہ ''فتوح الغیب'' میں اس کا ذکر کیا ہے۔ پھر اللہ جانے ان لوگوں نے کہاں سے صلوۃ غوثیہ اور صلوۃ حبیبہ وغیرہ کا صلوۃ مکتوبہ کے ساتھ ٹانکا گاردیا ہے۔

اگر آج پیر صاحب اس عالم رنگ و بو میں تشریف فرما ہوتے تو ان پر خوش ہونے کے بجائے ان کے اس فعل پر سخت ناراض ہوتے اور ان پر بدعتی اور مشرک ہونے کا فتویٰ صادر

کرتے کیونکہ یہ نمازیں وہ ہیں جن کے متعلق اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی۔ ما انزل
اللہ بھا من سلطان!

مزید برآں مسجد میں بیٹھ کر مسنون ذکر الٰہی کو ترک کر کے یا غوث اعظم کا شرکیہ وظیفہ کرتے ہیں یا اس مشرکانہ وظیفے کی رٹ لگاتے ہیں:

امداکن امداد کن دردین ودنیاشاد کن
از بند غم آزاد کن یا شیخ عبد القادر!

یا حضرت معین الدین چشتی کو اپنا کامل حاجت روا اور مشکل کشا تصور کرتے ہوئے اس مشرکانہ وظیفے کو زور شور سے پڑھتے ہیں:

یا معین الدین چشتی
درگرد اب بلا افتاد کشتی!

ایسے مشرکانہ وظائف پر ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں۔ بلکہ اپنی مسجدوں اور مدارس کے نام بھی غوثیہ اور جیلانیہ رکھتے ہیں اور مسجدوں کے سامنے جلی حروف میں **یا غوث اعظم یا غوث الثقلین یاغوث المستغیثین یاغوث پاک** وغیرہ لکھتے ہوئے نہیں ہچکچاتے۔

دونوں (پہلے مشرکوں اور موجودہ مشرکوں) کا موازنہ:

آپ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر ذرا سوچئے اور غور کیجئے۔ پھر بتائیے کہ دور حاضر کے مشرکوں اور مشرکین مکہ میں کون سا نمایاں فرق ہے جس کے باعث ان کو اسلام کے شیدائی اور ان کو اسلام کے دشمن تصور کیا جاتا ہے۔ بات یہ ہے کہ دونوں فریق ایک دوسرے کے مماثل ہیں اور مشرک ہونے میں ان میں کوئی فرق نہیں۔ اگر کوئی ظاہری فرق

نظر آتا ہے تو بس یہی کہ یہ مسجد میں آ کر پہلے برائے نام رسمی نماز پڑھتے ہیں پھر مشرکانہ وظائف اور تصور شیخ میں محو ہو جاتے ہیں اور وہ نماز کے منکر تھے۔ وہ نماز کی آڑ میں بتوں کی پوجا نہیں کرتے تھے بلکہ علی الاعلان اپنے گھروں میں بت رکھے ہوئے تھے اور ان کے سامنے جھکتے تھے۔

یہاں یہ بات قابل غور وفکر ہے کہ وہ مشرک اور کافر اور اللہ سے دور ہونے کے باوجود مصیبت اور تنگی کے موقع پر تمام سہاوں کو چھوڑ کر اسی رب العزت کی بارگاہ میں عاجزی اور زاری سے دعا کرتے جس کا نام سن کر لال پیلے ہو جاتے تھے۔۔۔۔**فلما رکبوا فی الفلک دعوا الله مخلصین له الدین !!**

ان کے برعکس دور حاضر کے مشرکوں کا یہ حال ہے کہ مسجدوں میں جو صرف اللہ عزوجل کی عبادت کے لئے مخصوص ہیں، **یاشیخ عبدالقادر جیلانی شیئا للہ یا غوث اعظم یاغوث المستغیثین** وغیرہ کے شرکیہ وظائف کیے جارہے ہیں اور ان کو ایسا کرنے سے روکنے والے کو بزرگان دین کا بے ادب اور گستاخ تصور کیا جاتا ہے لیکن مکہ کے مشرک اپنے بزرگوں کے نام کے وظائف نہیں کرتے تھے۔ انھوں نے مدرسوں اور مسجدوں کے نام غوثیہ اور جیلانیہ تو نہیں رکھے ہوئے تھے۔ پھر ان کا عقیدہ یہ تو نہیں تھا کہ دنیا میں ایک قطب الاقطاب ہوتا ہے۔ کچھ ابدال ہوتے ہیں اور کچھ نقبا اور نجباء ہوتے ہیں۔ ان کا یہ عقیدہ بھی نہیں تھا کہ قطب الاقطاب کا علم اللہ کے حکم پر حاوی ہوتا ہے۔ اور اللہ کی قدرت پر اسے پوری دسترس ہوتی ہے. **نعوذ باللہ من ذلک!**

مگر یہاں یہ حال ہے کہ جاہلوں کی تو کیا بات کیونکہ وہ تو عوام کالانعام ہوتے ہیں بڑے بڑے قرآن وحدیث کے عالم ہونے کے مدعی اس بیماری میں اور لوگوں کو

اس میں مبتلا کر رہے ہیں۔

غوث کا عقیدہ:

چنانچہ انہوں نے عوام میں یہ بات مشہور کی ہوئی ہے کہ اس عالم کون و مکاں میں ہر وقت تین سو تیرہ اشخاص ایسے رہتے ہیں جو نجباء کے نام سے مشہور ہوتے ہیں۔ پھر ان میں سے ستر کو نقباء کہا جاتا ہے۔ پھر ان میں سے چالیس کو ابدال کے درجے پر پہنچتے ہیں۔ ان میں سے سات کو قطب کا درجہ دیا جاتا ہے۔ ان میں سے چار داتا کے درجہ پر فائز ہوتے ہیں اور ان میں سے ایک غوث کا اعلی مقام حاصل کرتا ہے۔ وہ ہمیشہ مکہ مکرمہ میں رہتا ہے جب اہل زمین پر کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے یا رزق کی تنگی ہوتی ہے یا کسی بیماری میں مبتلا ہوتے ہیں ت وہ ان تین سو تیرہ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور ان کے سامنے اپنی حاجتیں پیش کرتے ہیں۔ یہ ان فریادوں اور حاجتوں کو اپنے میں سے منتخب شدہ ستر نقباء کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ یہ ستر ان حاجات کو اپنے سے بلند مرتبہ چالیس ابدال کے سامنے پیش کرتے ہیں پھر یہ چالیس اپنے سے سات منتخب قطبوں کی خدمت میں لے کر حاضر ہوتے ہیں اور یہ سات اپنے سے بلند مرتبہ چار اشخاص کی جنہیں داتا کہا جاتا ہے خدمت میں پیش کرتے ہیں پھر یہ چاروں اپنے سے منتخب ہستی کی خدمت میں حاضر ہونے کا شرف حاصل کرتے ہیں۔ اس کا نام غوث ہوتا ہے۔ وہ ہمیشہ مکہ معظمہ میں رہتا ہے اور تمام دنیا میں ایک ہی غوث ہوتا ہے۔ بیک وقت دو غوث نہیں ہو سکتے۔ اس کا علم اللہ کے علم کے برابر ہوتا ہے اور اس کی قدرت اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کم نہیں ہوتی۔

قرآن پاک کا فیصلہ!

ہم ایسا عقیدہ رکھنے کو کفر وشرک سے تعبیر کرتے ہیں مگر جو لوگ ایسا فاسد عقیدہ رکھتے ہیں وہ اسے بزرگان دین کی تعظیم وتکریم پر محمول کرتے ہیں اور ایسا عقیدہ نہ رکھنے والوں کو بزرگان دین کا منکر، بے ادب گستاخ کہتے ہیں اور ایسے شخص کی اقتداء میں نماز پڑھنا تو کجا ان سے مصافحہ کرنا بھی جائز نہیں سمجھتے۔

اب اس نزاع کو ختم کرنے کے لیے ہمیں ائمہ کبار اور بزرگان دین کے اقوال تلاش کرنے کے بجائے کتاب اللہ اور حدیث نبویؐ کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ کیونکہ قرآن کریم تمام مسلمانوں کی متفقہ کتاب ہے اس سے کسی کو انحراف کی گنجائش نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی پیروی کا حکم دیا ہے:

"اتبعو ماانزل الیکم من ربکم ولاتتبعو ا من دونه اولیآ "(الاعراف)

"جو کتاب تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل ہوئی ہے بس اسی کی پیروی کرو۔ اور اسے چھوڑ کر کسی اور بزرگ یا ولی کی پیروی مت کرو۔"

آیئے! الحمد سے لے کر والناس تک تمام قرآن پاک کی ورق گردانی کیجئے اور اس میں غوث قطب اور ابدال کی تلاش کیجئے۔ آپ خواہ اس میں کتنی جانفشانی اور عرق ریزی سے کام لیں پھر بھی ان لوگوں کا کہیں سراغ نہیں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے بندوں کا قرآن عزیز میں بار ہا ذکر کیا ہے۔ ان کی صفات حمیدہ بیان کرنے میں بھی بخل سے کام نہیں لیا۔ اللہ رب العزت نے اپنی برگزیدہ ہستیوں انبیاء اور رسل کا جابجا تذکرہ کیا ہے بلکہ بعض کے اسمائے گرامی بھی بار بار ذکر کیئے ہیں اگر اس عالم آب وگل میں غوث، قطب اور ابدال ہوتے تو کتاب الٰہی میں ان کا ضرور تذکرہ

ہوتا۔ کیونکہ وہ تو ایسی جامع کتاب ہے جس میں انبیاء کے اسمائے گرامی کے علاوہ ان کی صفات حمیدہ کا بھی ذکر کیا گیا ہے مثلاً:

"واذكر في الكتاب ابراهيم انه كان صديقا نبيا ٥(مریم)

واذكر في الكتب اسمعيل انه كان صادق الوعد وكان رسولا نبيا ٥

واذكر في الكتب موسىٰ انه كان مخلصا وكان رسولا نبيا٥"

سید المرسلین اور امام المتقین کے اوصاف جمیلہ اور اوصاف حمیدہ سے سارا قرآن بھرا ہوا ہے۔ آپ کو کبھی یاایھا المزمل کبھی یایھا المدثر کبھی یس اور کبھی یایھا النبی سے مخاطب کیا گیا ہے کسی مقام پر یاقطب الاقطاب یایا غوث الاقطاب سے نہیں پکارا گیا!!!

یہ اس بات کا بین ثبوت ہے اور روز روشن کی طرح واضح دلیل ہے کہ غوث، قطب اور ابدال سب فرضی نام ہیں، شریعت مطہرہ ان کے وجود کو تسلیم نہیں کرتی۔ اور غوث، قطب وغیرہ کا عقیدہ رکھنا مشرکین مکہ کے شرکیہ عقائد سے کم نہیں۔

حدیث کا فیصلہ!

قرآن عزیز بحر زخار ہے کہ جس میں غواصی کرنے سے ہر شخص گوہر مقصود نہیں پا سکتا۔ یعنی اس کتاب مقدس کے معانی اور مفہوم کو سمجھنے کے لیے ہر کہ دو کو ہمت نہیں۔ ممکن ہے کہ ہم اس کتاب ہدایت کے اشاروں سے باخبر نہ ہوں۔ اس لیے ہم حدیث نبویؐ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس کے فیصلے کو ناطق اور حتمی تصور کرتے ہیں۔

آیئے آنحضرت ﷺ.... فداه ابی وامی!! کی حیات مقدسہ پر غور کیجئے اور آپ کے اقوال افعال اور قابل تحسین کردار پر ایک گہری نظر ڈالیے اور پھر بتایئے کیا آپ غوث

تھے۔اگر غوث تھے تو آپ نے اپنی زبان مبارک سے غوث ہونے کا دعوی کیوں نہیں کیا؟ جیسے خاتم الانبیاء ہونے کا دعوی فرمایا کہ **لانبی بعدی!!**

اسی طرح یہ بھی دعوی کرنا چاہئے تھا کہ میں غوث ہوں۔اگر آپ غوث نہیں تھے تو پھر آپ نے اپنے عہد مسعود میں ہونے والے غوث کی نشاندہی کیوں نہ کی اور بعد میں آنے والے کی پیشین گوئی کیوں نہ فرمائی؟ آپ ایک معلم کی حیثیت سے دنیا میں تشریف لائے تھے، آپ نے اپنے فریضہ کی ادائیگی میں سرمو انحراف نہیں کیا تو پھر غوث کی خبر کیوں نہ دی؟۔۔۔پھر غوث سے مدطلب کرنے کا حکم کیوں نہ فرمایا۔۔۔؟؟!

دوستو! آیئے دیکھئے۔۔۔۔یہ صحیح بخاری ہے۔۔۔۔یہ صحیح مسلم ہے۔۔۔۔۔یہ دیگر کتب احادیث آپ کے سامنے موجود ہیں۔۔۔۔۔۔ان کو کھول کر ان میں سے کوئی ایسی حدیث بتلاؤ جو تمہارے مدعا کو ثابت کرے۔۔۔۔۔۔۔جس سے ثابت ہو کہ اس عالم فنا میں غوث ہر وقت موجود رہتا ہے اور اپنے قطبوں کی سفارش سے لوگوں کی حاجت روائی اور مشکل کشائی کرتا ہے۔۔۔۔۔

میں بانگ دہل اعلان کرتا ہوں کہ آپ کسی صحیح حدیث سے اپنے دعوے کو مدلل ہرگز نہیں کرسکیں گے۔۔۔۔۔!!

ابن تیمیہؒ کی رائے!

امام المحققین ' راس المفسرین ابن تیمیہؒ، اپنے فتاوی مین جلد نمبر ۲۷ صفحہ نمبر ۹۷ پر غوث، قطب اور ابدال وغیرہ کا ذکر کرنے کے بعد رقمطراز ہیں:

"ھذا کلہ باطل لااصل فی کتب اللہ وسنة رسولہ ولا قال احد من سلف الامة ولاائمتھا ولامن المشائخ الکبار المتقدمین من الذین

يصلحون للاقتداء بهم "

''یہ تمام باتیں غلط ہیں۔ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ میں ان کا قطعاً کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ امت کے سلف صالحین، ائمہ اور متقدین میں سے اور بڑے بڑے مشائخ میں سے جو اقتداء کیے جانے کے لائق ہیں۔ کسی نے ایسی بات نہیں کہی یعنی غوث، قطب اور ابدال کی کسی نے خبر نہیں دی۔''

غوث کا بطلان!

غوث کا باطل ہونے کے متعلق امام ابن تیمیہؒ نے ایک اور عقلی دلیل پیش کی ہے۔ جو لوگ غوث کے وجود کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ غوث ہمیشہ مکہ معظمہ میں مقیم ہوتا ہے۔ اس کے برعکس آنحضرتؐ اور آپ کے خلفائے اربعہ۔۔۔۔ جو اپنے زمانہ میں سب سے افضل تھے۔۔۔۔ مدینہ منورہ میں قیام پذیر تھے۔ وہ آخری عمر میں مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں قیام پذیر ہو گئے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ لوگ غوث کے درجے پر فائز نہیں تھے۔ پھر بتلاؤ ان کے زمانہ میں اور کون تھا جسے غوث کے نام سے پکارا گیا ہو؟ یا بعد میں جسے غوث کا لقب دیا گیا ہو؟

ظاہر ہے اس کا جواب سوائے نفی کے اور کچھ نہیں ہو گا!!

بعض من گھڑت احادیث!

کچھ لوگ اپنے دعوی کو مدلل کرنے کے لیے ابو نعیم کی حلیۃ الاولیاء اور شیخ ابوعبدالرحمان سلمی کی بعض کتب پیش کرتے ہیں اور ان میں موضوع اور من گھڑت احادیث کی مدد سے اپنا مدعا ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، مجدد وقت امام ابن تیمیہؒ نے ان تمام پر ناقدانہ نگاہ ڈال کر ان کی سخت تردید کی ہے۔ چنانچہ ابن تیمیہ اپنے فتاوی (جلد ۷ صفحہ

۹۸) پر لکھتے ہیں:

"فلا تغتر بذالک فان فیہ الصحیح والحسن والضعیف الموضوع والمکذب الذی لاخلاف بین العلماء فی انه کذب موضوع."

"آپ ان کے دھوکا میں نہ آ جائیں۔ کیونکہ ان کتابوں میں صحیح، ضعیف، موضوع اور من گھڑت حدیثیں ہیں جن کے جھوٹ اور موضوع ہونے میں علماء کا کوئی اختلاف نہیں"۔

حافظ ابن قیمؒ نے المنار المنیف فی الصحیح والضعیف میں اس کے متعلق اپنی رائے کا یوں اظہار کیا ہے:

"احادیث اقطاب، اغواث، ابدال کلها باطل"

"یعنی غوث، قطب اور ابدال کے سلسلے ہیں جس قدر روایات مروی ہیں سب بے بنیاد اور غلط ہیں۔"

اسی طرح مُلاّ علی قاری نے موضوعات کبیر میں، بیروتی نے اسنی المطالب فی احادیث مختلفة المراتب میں، ایسی تمام احادیث کو جو غوث، قطب ابدال کے متعلق ہیں، موضوع قرار دیا ہے۔

کیا حسنؓ غوث تھے؟

بعض لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت حسنؓ غوث اول تھے۔ پھر غوث کا سلسلہ ان کی اولاد میں رہا لیکن قرآن کریم میں اس کی کوئی شہادت موجود نہیں۔ اسی طرح حدیث نبویؐ بھی اس کی تصدیق نہیں کرتی، حدیث شریف میں حضرت حسنؓ کے بے شمار فضائل مذکور ہیں لیکن آنحضرت ﷺ نے کہیں یہ ذکر نہیں فرمایا کہ میرا یہ بیٹا غوث ہے یا غوث ہوگا یا اس کی نسل سے غوث کا سلسلہ جاری رہے گا۔

پھر آپ کے صحابہ کرامؓ نے بھی ان کو کبھی غوث اعظم نہیں کہا۔ بلکہ آپ خلیفہ ہوئے تو ان کو یا امیر المؤمنین کہہ کر پکارا گیا اور نہ انہوں نے خود غوث ہونے کا دعوی کیا۔ امام ابن تیمیہؒ اپنے فتاوی جلد ۲۷ صفحہ ۱۰۳ پر اپنی ٹھوس رائے کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"هذا لایصح علی مذهب اهل السنة ولاعلی مذاهب الرافضة"

"یعنی یہ عقیدہ کہ حضرت حسنؓ غوث تھے، اہل سنت کے مذہب کے مطابق درست نہیں ہے اور نہ ہی روافض کے مذہب کی رو سے جائز ہے۔"

ایک اور مقام پر بیان کرتے ہیں کہ تین باتوں کا قطعاً کوئی ثبوت نہیں:

(۱)باب النصیریه (۲)منتظر الرافضة (۳)غوث الجهال

نصیر یہ ایک دروازے کا نام ہے۔ نصیر یہ نامی فرقے کا دعوی ہے کہ یہ دروازہ ان کے داخلہ کے لیے ہے۔ اس دروازے کا وجود تو ہے لیکن یہ دعوی غلط ہے کہ یہ ان کے لیے مخصوص ہے لیکن محمد بن حسن جس کا شیعہ حضرات انتظار کر رہے ہیں اور غوث جو مکہ معظمہ میں مقیم ہوتا ہے کے متعلق بیان کرتے ہیں:

فانه باطل لیس له وجود (فتاوی ابن تیمیہؒ جلد ۲۷ ص ۹۱)

"یہ دونوں بالکل باطل ہیں، ان کا کوئی وجود نہیں"

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ۔!

مشرک لوگ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ قطب الاقطاب اور غوث اعظم تھے۔ انہیں دنیا کی ہر چیز کا علم ہے۔۔۔۔ان کو اللہ کی قدرت او رمشیت میں پورا دخل ہے۔۔۔۔۔!! وہ اللہ سے جو چاہے کروا سکتے ہیں۔۔۔۔! آج بھی ان کے نام کی گیارہویں شریف دی جائے تو وہ ہر طرح کی حاجت بر آری اور مشکل

کشائی کر سکتے ہیں۔۔۔۔!!

جہاں تک ان کی عزت وتکریم اور بزرگی کا تعلق ہے ہم ان کا نام نہایت عقیدت اور احترام سے لیتے ہیں اور ان کی بزرگی اور پارسائی پر انگشت نمائی کو سوءادب پر محمول کرتے ہیں۔لیکن اس سے بڑھ کر انہیں خدا کی صفات کا مظہر قرار دینا شرک قرار دیتے ہیں۔کیونکہ ان صفات میں ذات الٰہی واحد ہے حتی کہ انبیاورسل کو جو اللہ کی نہایت برگزیدہ ہستیاں ہوئی ہیں ان صفات میں شریک نہیں کیا۔پھر ان کے بعد اور کون شخص ایسا دعوی کرنے کی جرأت کرسکتا ہے۔اس لیے ہم کہتے ہیں کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اللہ کے نیک اور پیارے بندے تھے لیکن غوث اور قطب الاقطاب نہیں تھے۔

نیز ان مشرک لوگوں کا عقیدہ ہے کہ غوث ہمیشہ مکہ معظمہ میں رہتا ہے اور ایک وقت میں تمام روئے زمین پر ایک ہی ہوتا ہے۔مگر یہ کہاں پیدا ہوئے؟ کہاں زندگی بسر کی اور کہاں وفات پائی؟ اس کا صحیح جواب تاریخ ہی دیتی ہے۔کہ ان کی جائے پیدائش، مسکن اور جائے تدفین عراق کے ایک مرکزی شہر بغداد مین ہے، پھر غوث کیسے ہوئے؟

ایک عجیب انکشاف!

یہ پیر صاحب جن کا نام شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ہے جن کو جاہل لوگ ''گیارہویں والا پیر'' کہتے ہیں۔اور چاند کی گیارھویں تاریخ کو ان کے نام کی کھیر پکا کر لوگوں میں تقسیم کرتے ہیں اور جن کے متعلق جاہل طبقہ میں مشہور ہے کہ انہوں نے ایک ڈوبی ہوئی کشتی کو بارہ سال کے بعد بمعہ مسافروں کے ساحل سمندر پر پہنچایا۔لیکن اپنی قبر کی حفاظت بھی نہیں کر سکتے۔

آج کل بغداد میں ان کا جو مزار بنا ہوا دکھائی دیتا ہے وہ بالکل فرضی اور بے بنیاد ہے۔ وزیر ابوالمظفر جلال الدین بن عبیداللہ بن یونس نے لوگوں کو دیکھا کہ ان کی قبر پر پیشانیاں رگڑتے ہیں اور دیگر شرکیہ امور کرتے ہیں چنانچہ اس نے شرک کا قلع قمع کرنے کے لیے ان کی قبر کو اکھیڑ دیا اور ان کی نعش کی ہڈیاں دریائے دجلہ کی لہروں کے سپرد کر دیں۔

اس بات کا انکشاف ابن عماد حنبلی نے اپنی کتاب، **شذرات الذهب جلد۴ ص ۳۱۳ تا ۳۱۴** پر کیا ہے اگر اس کی بات پر یقین نہ آئے تو اس کی تصدیق کے دو اور نہایت معتبر مصنفوں کی گواہی حاضر ہے۔ چنانچہ ابن تغری بردی حنفی نے **النجوم الزاهرة في ملوك مصر والقاهرة جلد۶ ص۱۴۲** پر اور ابوشامہ دمشقی نے **الذيل على الروضتين** میں ص۱۲ پر اس تاریخی واقعہ کی تصدیق کی ہے۔

غوث کا علم!

اول تو غوث کا وجود قرآن وسنت کی روشنی میں ثابت نہیں ہوتا اور امام المحققین ابن تیمیہؒ نے غوث، قطب اور ابدال کے وجود کو ہی تسلیم نہیں کیا۔ اگر بالفرض ان لوگوں کا وجود تسلیم کر لیا جائے تو ان کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ ان کا علم اللہ کے علم کے برابر ہے۔ اور ان کی قدرت اللہ کی قدرت سے کم نہیں ہوتی ۔۔۔۔۔ سراسر شرک اور کفر ہے بلکہ امام ابن تیمیہؒ کا تو یہ فتوی ہے کہ سید المرسلین کی ذات گرامی کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ ان کا علم اللہ کے علم پر حاوی ہے اور ان کی قدرت اللہ کی قدرت کے مساوی ہے ۔۔۔۔ ایسا اعتقاد کفر ہے۔ چنانچہ اپنے فتاوی میں جلد۲۷ ص۱۰۳ پر لکھتے ہیں:

"ان هذا كفر صريح وجهل قبيح وان دعوى هذا في رسول الله ﷺ كفر دع ماسواه"

''یعنی ایسا عقیدہ رکھنا صریح کفر ہے اور بہت بڑی جہالت ہے۔ایسا عقیدہ رکھنا تو رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس کے متعلق بھی کفر ہے چہ جائیکہ کوئی اور ہو۔''

الغرض غوث ،قطب اور ابدال کا عقیدہ رکھنا اور یہ سمجھنا کہ۔۔۔۔وہ حاجت برآری کرتے ہیں۔۔۔۔،رزق کشادہ کرتے ہیں ۔۔۔۔،بیماری دفع کرتے ہیں۔۔۔، مصائب وآلام دور کرنے کا اختیار رکھتے ہیں ۔۔۔۔۔،ان کا علم اللہ کے علم کے برابر ہوتا ہے۔۔۔اور ان کی قدرت اللہ کی قدرت کے برابر ہوتی ہے۔۔۔۔(یہ) تمام امور کفر وشرک ہیں۔!!

ایسے اعتقاد کے ہوتے ہوئے نہ نماز ہی فائدہ مند ہے اور نہ روزہ اور دیگر عبادات کسی کام آئیں گی۔اس لیے ان مشرکانہ عقائد سے توبہ کرنی چاہئے اور عقیدہ توحید پر پختگی سے قائم رہنا چاہئے۔یہی عقیدہ توحید ہماری نجات کا باعث ہوگا۔

فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنة اولئک الذین هدهم الله واولئک هم اولو الالباب

''ان لوگوں کو خوشخبری دے دیجئے ،جو بات کو سنتے ہیں اور اس بات کی پیروی کرتے ہیں جو سب سے اچھی ہے۔انہی لوگوں کو اللہ نے ہدایت سے نوازا ہے اور یہی لوگ عقلمند ہیں۔''

•....•....•



حافظ مبشر حسین لاہوری کی چند علمی وتحقیقی اور اصلاحی کتب
اللہ اور انسان
ھدیۃ العروس
قیامت کی نشانیاں
کتاب الدعا
جہاد
مبشر اکیڈمی لاہور
قرآن وحدیث اور فکرِ سلف کی ترجمان
E-Mail: mubashir@hotmail.com PH: 0300 4602878
مبشر اکیڈمی
MUBASHIR ACADEMY